بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ

رسالہ نافعہ

حدیث نماز

جسمیں بہت کثرت دلائل سے نماز کی صحیح اور مسنون صورت پیش کی گئی ہے اور ضرورتاً کتب احناف اور فقہ حنفیہ کی تائید وتوثیق اور تحقیق کیساتھ نماز کے مسائل مزین کئے گئے ہیں

مؤلف:

مولانا حافظ عبدالمتین میمن عالم وفاضل پنجاب یونیورسٹی

(بن مولانا حافظ عبداللطیف میمن جوناگڑھی (مرحوم)

خطیب مسجد چارمینار نیومارکیٹ روڈ بنگلور 51

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

اور ہمیشہ نماز پڑھا کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

معرکۃ الآرا، اور مفید کتاب

حدیثِ نماز

جس میں صحت و کثرتِ دلائل سے نماز کی صحیح اور مسنون صورت پیش کی گئی ہے اور ضرورتاً کتبِ احناف و فقہاء حنفیہ کی تائید و توثیق اور تحقیق کے ساتھ نماز کے مسائل مزین کئے گئے ہیں

مؤلف

مولانا حافظ عبد المتین میمن جوناگڈھی عفی عنہ

ملنے کا پتہ

الدار الحدیثیۃ

ایم ۲ اسٹریٹ متصل اہل حدیث منزل لاکراس نیو مارکیٹ روڈ بنگلور ۵۱

ابتدائیہ

ہسور ضلع دھرم پوری کرناٹک کے حنفی بھائیوں نے اہلِ حدیث کے خلاف ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں اہلِ حدیث کے سُنّت کے مطابق نماز ادا کرنے پر خاص طور سے اعتراضات تھے۔ نیز مزید رسائل نکالنے کا وعدہ بھی کیا تھا، جن کا ہم نے ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک انتظار کیا، مگر وعدہ پورا نہ ہوا۔

اب ہم نے اہلِ حدیث نماز کے تمام مسائل کو خود حنفی مذہب کی کتابوں اور فقہائے حنفیہ کے فتاویٰ سے ثابت کر دیا ہے، تاکہ ہمارے حنفی بھائی سُنّت کے مطابق نماز کی ادائیگی پر اعتراض کرنا بند کر دیں اور دوسرے مسلمانوں کی بے جا مخالفت نہ کریں۔ اور خود بھی سُنّت کے مطابق نماز ادا کر کے ثواب حاصل کریں۔

کتاب ہٰذا تحقیق اور دیانت داری سے مُرتّب کی گئی ہے اور کتاب کا حوالہ معہ صفحہ نمبر دینے کا التزام بھی کیا ہے۔ اگر کہیں بھول ہوئی ہو، تو ہمارے بھائی اسے ہم پر واضح کریں۔ اِن شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کر دی جائے گی۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

خادم عبدالمتین میمن

قیمت 20:00 روپے

ملنے کا پتہ:
دفتر جمعیت اہلحدیث ملاکنڈ ایجنسی
نیو بس سٹینڈ زمان مارکیٹ بٹ خیلہ
فون ۰۵۳۲۳/۴۱۱۷۵۵

"حدیثِ نماز" کی مختصر فہرست

پانچ ستون کی زبردست عمارت

صحیح بخاری شریف عربی نور محمدی جلد اول ص۶ اور مسلم شریف عربی جلد اول ص۳۲ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

اسلام کی (عمارت کی) بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے (۱) یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز پڑھنا زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا

اسلام کا سب سے بڑا اور پہلا رُکن ایمان ہے۔ یعنی یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ایمان کہلاتا ہے اور اسی کو توحید بھی کہتے ہیں۔ یہ ایمان قبول کرنا ہر عاقل و بالغ مرد و عورت پر فرض ہے۔ دُنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ایمان کے بغیر نہیں ملتی۔ جو شخص ایمان سے محروم رہتا ہے وہ ابدی نجات سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ ایمان و اسلام کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں وہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ دوسرا رُکن نماز ہے۔ یعنی ہمیشہ پاکی اور طہارت کے ساتھ باوضو اور قبلہ رو ہو کر روزانہ پانچ وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر خدا کی عبادت کرنے کو نماز کہتے ہیں۔ یہ رُکن بھی ہر مسلمان عاقل و بالغ مرد اور عورت پر

فرض ہے جو شخص نماز سے محروم رہتا ہے وہ بھی نجاتِ ابدی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کی نیکیاں اللہ کے دربار میں قبول نہیں ہوتیں۔ ایسا شخص بھی صرف نام کا مسلمان ہے۔ تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ یعنی اپنے روپے پیسے اور سونا چاندی اور مویشی وغیرہ میں سے سالانہ اللہ، رسولؐ کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق اللہ کی راہ میں خوش دلی سے مال خرچ کرنے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ یہ زکوٰۃ بھی ہر صاحبِ مقدرت مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اسے ادا نہ کرنے والا اور اس سے مُنہ پھیرنے والا بھی اپنے دین کو خراب کر بیٹھتا ہے اور نام کا مسلمان رہ جاتا ہے۔ یہی حال حج اور رمضان شریف کے روزوں کا بھی ہے۔ غریب و نادار مسلمان پر توحید نماز اور روزے فرض ہیں اور مالدار مسلمان پر اس کے ساتھ زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں۔

اپنی اپنی حیثیت میں ان فرائض کو ہمیشہ خلوص کے ساتھ ادا کرنے والا اللہ کے نزدیک سچا صاحبِ ایمان اور صاحب اسلام ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اسلام و ایمان کی جڑ و بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف جلد اوّل صت پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ	کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب بنانے کا معروف اور صحیح طریقہ صرف یہی ہے کہ ہر مسلمان آپؐ کے فرمان اور عمل کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ

سمجھے۔ آپ کے سوا دوسرا کتنا ہی بڑا عالم و زاہد اور پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو، یا اگلی امتوں کے نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہوں۔ اُن کے قول و فعل کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور طریق عمل پر ترجیح نہ دے، کیونکہ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا درجہ کسی کا بھی نہیں ہے۔ اس لئے کسی کی بھی بات آپ کے فرمان سے اونچی نہیں اور ہمارے لئے آپ کے عمل سے زیادہ بہتر کسی کا بھی عمل نہیں۔ نہایت واضح مطلب یہی ہے کہ اسلام کے تمام احکام، فرائض، واجبات اور سنتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طریقے پر ادا کی جائیں تب ہی ایمان صحیح اور سلامت رہے گا۔ اور اللہ کے یہاں قابلِ قبول ہوگا اور یہ اُصولی بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ جو صحابی، تابعی، تبع تابعی اور جو امام، محدث، فقیہ اور عالم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا سنت ہمیں بتائیں وہ یقیناً قابل قبول ہے، اور حدیث و سنت کے مقابل خود اُن کی بات ہو تو یقیناً ناقابل قبول۔ اسی طرح جس کتاب میں رسول اللہ علیہ وسلم کی مستند اور صحیح حدیث یا سنت ہوگی وہ حقیقتاً قابلِ قبول ہے اور جو بات غیر مستند، صحیح کے معارض اور من گھڑت لکھی ہوگی وہ حقیقتاً قابل رد ہے۔ چنانچہ ملا علی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح فقہ اکبر کے ص۲ پر حدیث پیغمبر کی تعریف اور اس کے مقابلے میں دوسرے کے قول کی بُرائی اس طرح کرتے ہیں۔

"علم وہی ہے جس میں حدثنا کہا گیا ہو (یعنی ہر مسئلہ حدیث پیغمبرؐ سے ثابت کیا گیا ہو) اور جو اس کے سوا ہے وہ شیاطین کے وسواس ہیں۔"

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا مقولہ مسلم شریف کے مقدمہ میں اور ترمذی شریف کتاب العلل ص۲۶۵ میں اس طرح ہے۔

اَلْاِسْنَادُ عِنْدِیْ مِنَ الدِّیْنِ لَوْلَا — ہر مسئلہ کو سند کے ساتھ بیان کرنا میرے دین میں سے ہے۔

اگر سند کی پابندی نہ ہوتی تو دین میں جو شخص جو چاہتا کہتا۔ الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مسائل کی سند پہنچانی ضروری نہیں سمجھی تو بہت سی بے سند اور من گھڑت باتیں رواج پا گئیں اور بے سند اور غیر معتبر کتابیں بھی معرضِ وجود میں آئیں۔ نتیجہ میں اُمّت کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ جو دین جھگڑے مٹانے اور لوگوں میں اتحاد پیدا کرنے آیا تھا اسی سے اب جھگڑے برپا ہونے لگے۔ لیکن ہر زمانے میں صلحاء اُمّت نے ایسے بے سند مسائل اور ضعیف روایتوں کی چھان بین کی اور جو بات جس کی تھی اسی کی طرف لوٹا دی اور جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت تھی اس کی حمایت و تائید کی۔

میں نے اس چھوٹی سی کتاب میں فریضۂ نماز کا مضمون لکھا۔ نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور اسوہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ عظیم الشان عبادت رائیگاں چلی جائے۔ اسی لئے میں نے اسے صحیح اور مرجح روایتوں سے مستند و مُدلّل کر دیا اور اُن کی موافقت و تائید و توثیق کی صورت میں فقہ حنفی اور فقہاء حنفیہ کے اقوال اور کتابوں میں جو کچھ ملا میں نے اُسے گوہرِ نایاب اور انمول موتی سمجھ کر یہاں درج کر دیا ہے۔ تاکہ دو مسلمان بھائیوں میں اتفاق و محبت پیدا ہو اور اُن کے درمیان اِن مسائل کی آڑ لے کر نفرت پھیلانے والے کی پول کھل جائے۔

میری یہ چھوٹی سی کتاب اگر دو مسلمان بھائیوں کے درمیان نفرت و عداوت کو ختم یا کم کر دے تو میں سمجھوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے میری محنت بار لگائی۔ اس لئے میرے مسلمان بھائی اسے زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ انصاف کی نظر سے پڑھیں عمل کریں اور میل و محبت سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دستگیری فرمائے آمین۔

نمازی کا خدائی استقبال اور فساد و خرابی والی نمازوں کا حال

صحیح بخاری شریف عربی جلد اول پارہ ۳ ص۸۹ باب فضل الجماعۃ میں اور ابو داؤد جلد اول ص۸۹ باب ماجاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ میں اور ابن ماجہ ص۵۶ باب المشی الی الصلوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَفِیْ سُوْقِہٖ خَمْسَۃً وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَذَالِکَ اَنَّہٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُہٗ اِلَّا الصَّلٰوۃُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَۃً اِلَّا رُفِعَتْ لَہٗ بِھَا دَرَجَۃٌ وَحُطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ وَلَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوۃٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوۃَ	آدمی کی نماز جماعت کے ساتھ، گھر اور بازار (دکان) کی نماز پر پچیس درجے (ثواب میں) زیادہ ہوتی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب اس نے وضو کیا اور وضو بھی اچھا کیا پھر مسجد کی طرف نکلا اور نمازی نے اس کو (مسجد کی طرف) نکالا تو اس کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو جب تک اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی بخشش فرما اے اللہ اس پر رحم فرما، تم میں سے ہر ایک جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے وہ (اللہ کے نزدیک) نماز ہی میں ہے۔

سبحان اللہ کیسا شاندار استقبال اور کتنا زبردست انعام ہے نمازی بندے کے لئے جس انسان کی ابتدار نہایت حقیر و ذلیل پانی سے ہے اس کی انتہا کیسی پاک اور قابلِ رشک ہے کہ خدا کی خدائی اُس کی طرف متوجہ ہے اور اُس کے ایک ایک قدم کو گِنا جارہا ہے یہی نہیں بلکہ ہر قدم پر ایک ایک درجہ اونچا کیا جارہا ہے اور ہر قدم پر ایک ایک گناہ معاف کیا جارہا ہے۔ یہ انعام صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے اور دوسرے کی عبادت سے دامن بچانے کی وجہ سے ہے۔ جب پروردگار کی عطاو بخشش ایسی ہو تو اُس کے کارندے مُقدس اور نورانی فرشتے بھی اس پر نثار ہو جاتے ہیں اور دُعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار اس بندے پر اپنی رحمتیں نازل فرما اور اس کی بخشش فرما۔ ان فرشتوں کی دُعا اگر اُس کے حق میں قبول ہو گئی تو بیڑا پار ہے۔

صحیح بخاری شریف عربی جلد اوّل پارہ ۳ صفحہ ۷۶ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا ، (مختصر)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا عمل کونسا ہے آپؐ نے فرمایا کہ وقت پر نماز کی ادائیگی۔

پہلی حدیث۔ سے ثابت ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنا اللہ کو پسند ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت بھی وقت پر ہو تو اس کے انعام و اکرام کے کیا کہنے۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں صفحہ ۲۰ پر حضرت اُم فروہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ میں اَلصَّلٰوۃُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا یعنی نماز اوّل وقت ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اِسی بخاری شریف عربی کے صفحہ ۹۱ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث مروی ہے جس میں اُن سات

خوش نصیبوں کا ذکر ہے جن کو عرشِ رحمان کا سایہ قیامت کے دن نصیب ہوگا۔ اُن میں ایک عدل وانصاف کرنے والا خدا ترس بادشاہ ہے تو اسی کے پاس نماز پڑھنے والا نمازی بھی عرشِ عظیم کے سائے میں بٹھایا جائے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ بہت سے فقیر آب نمازی بھی خدا ترس بادشاہوں کے برابر ہیں۔

ابوداؤد جلد اوّل صفحہ ۹ باب ماجاء فی المشی الی الصلوٰۃ فی الظلم، میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ صفحہ ۵۵ پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

خوش خبری دے دو اندھیروں میں چل کر مسجد آنے والے نمازیوں کو قیامت کے دن ملنے والے پورے نور کی۔

ابوداؤد میں اس حدیث کے عربی حاشیہ پر علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بشارت دینے کا حکم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہو۔ اِس صورت میں یہ حدیث قدسی ہوگی۔ طبرانی شریف کی روایت میں یہ فضیلت بھی نماز کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُنَادِيْ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ يَا بَنِيْ آدَمَ قُوْمُوْا اِلٰى نِيْرَانِكُمُ الَّتِيْ اَوْقَدْتُمُوْهَا فَاَطْفِئُوْهَا

اللہ کا ایک فرشتہ ہر نماز کے وقت آواز دیتا ہے کہ اے اولادِ آدم! کھڑے ہو اور اس آگ کو بجھاؤ جس کو خود تم نے جلایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی نماز میں اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے۔ (بخاری)

مسجد میں نماز کے بعد ٹھہرنے، نماز کی جماعتوں کے لئے پیدل چلنے اور ناخوشی کے موقع پر بھی پورا وضو کرنے سے زندگی بھی خیر و بھلائی والی ملتی ہے اور موت بھی بھلائی پر ہوتی ہے۔ اور یہ عمل کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی وہ پیدا ہوا ہے (ابوداؤد)

اور آپؐ نے فرمایا کہ جس نے نماز کی محافظت کی تو یہ نماز اس کے لئے نور اور دلیلِ ایمان اور نجات کا سبب بن جائے گی (مسند احمد، دارمی، بیہقی)

ان احادیث کے علاوہ بھی کثرت سے نماز کے فضائل اور نمازی کے درجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ لیکن نماز اور نمازی کے صرف فضائل اور درجاتِ رفیعہ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ایسی نمازیں بھی ہیں جن کی برائی کی گئی ہے اور نمازی کو برا قرار دیا گیا ہے چنانچہ ترغیب و ترہیب کی یہ حدیث گواہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلَّى الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا وَاَسْبَغَ لَهَا وُضُوْءَهَا وَاَتَمَّ لَهَا قِيَامَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَاءُ مُسْفِرَةٌ تَقُوْلُ حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ وَمَنْ صَلَّاهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وُضُوْءَهَا وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ	جس شخص نے نماز وقت پر پڑھی اور وضو پورا اور درست کیا اور اس کا قیام بھی پورا کیا اور حضورِ قلب سے نماز پڑھی اور رکوع و سجدہ بھی اچھی طرح اطمینان سے نہیں کیا۔ نہایت بے دلی سے نماز ادا کی تو وہ نماز بے نور اور کالی سیاہ ہو جاتی ہے اور یہ بددعا کرتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اسی طرح برباد کردے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے اتنی اونچی نماز چڑھتی ہے

ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُهٗ

تو اُس نماز کو پھٹے پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے مُنہ پر مار دیا جاتا ہے۔

(ترغیب و ترہیب)

مؤطا امام مالکؒ مع کشف المغطا اور مشکوٰۃ شریف جلد اوّل باب الرکوع کی سب سے آخری حدیث مسند احمد اور دارمی کے حوالے سے نعمان بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔

مَا تَرَوْنَ فِي الشَّارِبِ وَالزَّانِي وَالسَّارِقِ وَذَالِكَ قَبْلَ اَنْ تُنْزَلَ فِيهِمُ الْحُدُوْدُ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هُنَّ فَوَاحِشُ وَفِيهِنَّ عُقُوْبَةٌ وَاَسْوَأُ السَّرِقَةِ الَّتِيْ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالُوْا وَكَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا۔

شرابی، زنا کار اور چور کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اور یہ بات حدود کے نازل ہونے سے پہلے کی ہے تو صحابہؓ بولے کہ ان کے بارے میں اللہ و رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کھلے ہوئے گناہ ہیں اور ان میں سزا بھی ہے۔ اور سب سے بُری چوری اس کی ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آدمی اپنی نماز میں کیسے چوری کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے (وہی نماز میں چوری کرتا ہے)

میرے محترم بھائی! ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ جہاں نمازی کو نماز کے ذریعہ اونچے درجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے وہاں کچھ نمازیوں کی نماز ایسی بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن پر اللہ کی لعنت اور غصہ نازل ہوتا ہے۔ نماز ضائع ہو جاتی ہے اور نمازی بدترین چور اللہ کے یہاں گردانا جاتا ہے۔ تو اب لامحالہ دونوں طرح کے

نمازوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ جو نماز پیغمبر اسلام کے طریقہ پر ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اور جو نماز آپؐ کے طریقے اور سُنت کے مطابق نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مردود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے فرض کئے ہوئے احکام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان وعمل کے مطابق ادا کرنے ہوں گے۔ ورنہ اُن فرضوں کی اللہ کے نزدیک کوئی قدر وقیمت نہیں۔ اللہ تک پہنچنے کے لئے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا پٹہ گلے میں ڈالنا پڑے گا۔ کسی غیر نبی کی اطاعت کسی غیر معصوم اُمتی کے نمونے پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی مطلب حل نہیں ہوسکتا۔ اسی کو حدیث شریف کے ایک بہت ہی مشہور جملہ میں اس طرح بیان کیا گیا صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ۔ اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن اس مشہور حدیثی جملے کی پوری حدیث اگر ہم دیکھیں تو مطلب اور زیادہ واضح ہوجاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف جلد اول پارہ ۳ ص۸۸ پر ہے۔

حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوْا إِلٰى أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم لوگ جوان اور آپس میں قریب العمر تھے۔ ہم لوگ آپؐ کے پاس بیس دن اور رات ٹھہرے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی مہربان اور نرم دل پایا۔ جب آپؐ کو یہ خیال ہوا کہ ہم کو اپنے اہل وعیال کی یاد آرہی ہے یا ہم تکلیف محسوس کررہے ہیں تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ ہم اپنے گھروں میں

أَحْفَظُهَا أَوْلَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ

کس کس کو چھوڑ کر آئے ہیں تو ہم نے آپ کو بتادیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروالوں میں جاؤ اور ان کے پاس رہو اور ان کو تعلیم دو۔ اور بہت سی باتیں بیان کرکے فرمایا کہ ان باتوں کا ان کو حکم کرو۔ وہ باتیں یاد ہیں۔ یا راوی نے کہا کہ نہیں یاد ہیں اور آپ نے فرمایا تم اسی طرح نماز پڑھتے رہو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

یعنی دوسری بستی کے نوجوانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھایا کہ ہر نمازی کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ جس نبی کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور جس پیغمبر نے ہم کو اللہ کی طرف سے یہ فرائض بتائے اُن ہی کے نمونے اور سنت پر ہماری نمازوں کی ادائیگی ہونی چاہیے چاہے اس میں ساری دنیا کا خلاف ہوتا ہو تب بھی اللہ کے یہاں وہ نماز قابل قبول اور لائق ثواب ہے اور اگر نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دیا تو چاہے وہ نماز کسی کے بھی مطابق کیوں نہ ہو اللہ کے یہاں وہ نماز نامقبول اور قابل رد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل قبول ہوتا ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی مہر لگی ہو۔ ورنہ آپ کے ہوتے ہوئے دوسرے کے طریقے کی پوچھ اس کی عدالت میں کہاں؟

اب آئیے ذرا بگڑی ہوئی نمازوں کا حال دیکھیں، اُن میں گڑبڑ اور فساد اسی لئے پیدا ہوگیا کہ وہ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہٹ گئی تھیں بخاری شریف جلد اول پارہ ۳ ص۱۰۸ پر یہ روایت ہے۔

رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا

وَالسُّجُوْدَ وَقَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کردہ رکوع و سجدہ اطمینان سے پورا ادا نہیں کرتا تھا تو انھوں نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر اسی حال میں (یعنی ایسی ہی نمازیں پڑھتے پڑھتے) تو مر گیا تو اس فطرت سلیمہ یا فطرتِ اسلام پر تیری موت نہیں ہوگی جس پر اللہ نے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رکھی ہے۔

علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ اس حدیث کی رو سے نماز میں اطمینان کو فرض کہتے ہیں۔ تخریج جرجانی میں ہے کہ نماز اطمینان سے ادا کرنا سُنت ہے۔ تخریج الکرخی میں ہے کہ نماز میں طمانینت واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے نماز میں اطمینان چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہے (دیکھو مذکورہ بالا صفحہ کا عربی حاشیہ۹) یہی عبادت عربی میں حنفی مسلک کی سب سے بڑی کتاب ہدایہ جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ کے صفحہ نمبر۹ پر ہے)

بخاری شریف کے اسی ص۱۰۹ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جلدی جلدی نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ اُس کو آپؐ نے نماز پڑھوائی لیکن تینوں مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔ پھر آپؐ نے اُسے اطمینان سے نماز پڑھنی سکھائی۔

میرے محترم! آپ نے دیکھا کہ اطمینان سے نماز ادا کرنا آپ کی تعلیم اور عمل ہے اس کا خلاف کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو لکھا تھا وہ مؤطا امام مالک مع کشف المغطاء۶ پر

اس طرح ہے۔

اِنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِىْ الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ (مختصر)	انھوں نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ تمہارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم کام نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت کی (یعنی آداب و قواعد کے ساتھ پڑھی) اور نگرانی کی (بروقت ادا کی) تو اس نے

اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا تو وہ نماز کے علاوہ دوسرے احکام کو اور بھی زیادہ برباد کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کو دین قرار دیا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کے یہاں نیکیوں کی پوچھ نماز کے بغیر نہیں ہوتی اور نماز اس کے آداب و شرائط کے بغیر نہیں ہوتی اور اصل آداب و شرائط وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ٹخنے سے نیچے تہبند میں نماز پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا وضو کر تو ایک صاحب نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے اُسے وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ آپؐ نے جواب دیا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالےٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو ازار لٹکا کر نماز پڑھے (مشکوٰۃ عربی ص۷۲ باب الستر کی دوسری فصل کی دوسری حدیث بحوالہ ابو داؤد، ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالغ لڑکی کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ ص۷۳ باب الستر)

ان دو روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپؐ کے طریقے و آداب کے خلاف

نماز قبول نہیں ہوتی۔ لیکن ایسی نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی تھی بہت جلد فراموش کردی گئی۔ بعضوں نے اپنی سُستی کی وجہ سے، بعضوں نے اپنے مسلک کی رو سے اور بعض لوگوں نے اپنے آرام طلب بادشاہوں اور حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس فریضۂ نماز کو بدل ڈالا۔ نماز میں یہ کاٹ چھانٹ ایمان والوں کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف جلد اوّل ص۷۶ پر یہ روایت آئی ہے کہ حضرت امام زہری تابعی مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

دَخَلْتُ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ

میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس شہر دمشق آیا تو وہ رو رہے تھے۔ میں نے کہا آپ کو کونسی چیز رُلا رہی ہے؟ انھوں نے کہا کہ میں نے جو کچھ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیکھا اُس میں صرف یہ نماز ہی رہ گئی ہے اور اب تو نماز بھی ضائع کردی گئی۔

یہ پُرآشوب دَور جس میں نماز ضائع اور برباد کی جانے لگی۔ خلفاء بنو اُمیہ حجاج اور ولید بن عبد الملک کا دَور تھا۔ علاّمہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر جلد اوّل ص۹۸ پر ابنِ خلکان کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

لَمَّا وُلِّيَ رَدَّ الصَّلٰوةَ اِلٰى مِيْقَاتِهَا الْاَوَّلِ وَكَانَ مَنْ قَبْلِهٖ مِنْ خُلَفَاءِ بَنُوْ اُمَيَّةَ يُؤَخِّرُوْنَهَا اِلٰى اٰخِرِ وَقْتِهَا

جب (سلیمان بن عبد الملک) خلیفہ بنایا گیا تو اس نے نماز کو اوّل وقت پر لوٹا دیا۔ اس سے پہلے کے بنو امیہ (خاندان) کے خلفاء بالکل آخر وقت میں نماز ادا کرتے تھے۔

علاّمہ دمیریؒ اس کے آگے امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں

جن میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی تعریف ہے۔

إِنَّ سُلَيْمَانَ افْتَتَحَ خِلَافَتَهُ بِخَيْرٍ اخْتَتَمَهَا	سلیمان نے اپنی خلافت بھلائی کے ساتھ شروع
بِإِقَامَةِ الصَّلٰوةِ لِمِيْقَاتِهَا الْأَوَّلِ وَخَتَمَهَا	کی اور بھلائی پر ہی ختم کی خیر و بھلائی کے ساتھ اس
بِاسْتِخْلَافِهِ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ۔	طرح شروع کی کہ نماز کو اُس کے اول وقت پر پڑھنا

شروع کرا دیا۔ اور خیر و بھلائی پر اُس نے خلافت یوں ختم کی کہ اُس کے بعد عمر بن عبدالعزیز جیسے پاکباز خلیفہ بنائے گئے۔

بہرحال نماز کے آداب و سُنن اور اس کے فضیلت والے وقت کی بربادی تابعین ہی کے زمانے سے شروع ہو گئی تھی جس پر حضرت انسؓ ہی رونے والے نہیں تھے بلکہ صحابہ کرام میں سے جو بھی باقی بچے تھے وہ بھی اسی طرح روتے اور نماز کا یہ حال دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے۔ چنانچہ مؤطا امام مالک مع کشف المغطاء ص۴۸ پر خود امام مالکؒ کے دادا حضرت مالک بن ابو عامر اصبحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَدْرَكْتُ عَلَيْهِ النَّاسَ	میں کسی چیز کو اس طرح باقی نہیں دیکھتا جس
إِلَّا النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ۔	طرح صحابہؓ ان پر عمل کرتے پایا سوائے اذان کے

اس حدیث کی شرح میں نواب وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"یعنی سوا اذان کے اور تمام عبادات میں لوگوں نے تغیر و تبدل کر لیا ہے اور وہ طریقہ چھوڑ دیا ہے جس پر صحابہ کرام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سُبحان اللہ جب تابعین کے زمانے میں اس قدر دین میں انقلاب ہوا تھا کہ سوا اذان کے سب عبادتیں لوگوں نے بدل ڈالی تھیں تو اُس زمانۂ پُر آشوب اور فتنوں کا کیا کہنا۔ اب بھی جو شخص طالب حق ہے اور خدا اور رسولِ خدا کی اطاعت کا شائق اور شریعت کا عاشق ہے اس

کو کچھ مشکل نہیں۔ زمانہ کے فسادات اور علماء کے اختلافات سے قطع نظر کر کے کتاب اللہ اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کو اپنا دستور العمل بنا وے تب اچھے طور پر ایمان یقین کی حلاوت پاوے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم افسوس ہے کہ اس زمانہ اخیر میں اذان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہ رہی بعض لوگوں نے اذان کے کلمات میں کمی بیشی کی۔ کسی نے اوّل اور آخر میں اذان کی نئی نئی دُعائیں تراش لیں کسی نے ترحم کسی نے تذکیر نکالی کسی نے اونگلیوں کا چومنا انگوٹھے آنکھوں سے لگانا ضروری جان کر اذان کے جواب کو جو سُنّت تھا چھوڑ دیا۔ کسی نے راگ کی طرح اذان میں گانا شروع کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ زرقانی نے کہا کہ اس اثر سے حجت پکڑی ان لوگوں نے جو کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کا قول و فعل کچھ شرعاً حجت نہیں ہے بلکہ حجت وہی ہے جو باسانید صحیحہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خلفاء راشدین سے منقول ہے۔ مترجم (وحید الزماں) کہتا ہے کہ بہت سے اکابر علماء نے تصریح کر دی اس بات کی کہ مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ کے لوگوں کے قول و فعل کی کچھ سند نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں مقامات میں بدعات کا رواج بہت ہو گیا ہے بلکہ سند کتاب اللہ یا سُنّتِ رسول اللہ ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے کتاب اللہ اور حدیث نبوی پر عمل کرنے کی توفیق دیئے[1] (آمین)"

---

[1] آج سے ایک سو چار برس پہلے ۱۲۹۱ھ میں نواب وحید الزماں اور ان کے بھائی مولانا بدیع الزمان نے مکہ معظمہ کو ہجرت کی اور وہیں سکونت اختیار کی۔ والی بھوپال نواب صدیق حسن خان نے دونوں کا پچاس پچاس روپئے ماہوار دین کی خدمت کرنے کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ وہیں پر مولانا بدیع الزماں نے ترمذی کا ترجمہ کیا اور نواب وحید الزماں نے موطا کا ترجمہ و تشریح کشف المغطا کے نام سے کی۔ یہ تحریر میں نے کشف المغطا سے لی ہے۔ عبدالمتین میمن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ان خلفاء کے متعلق ایسی ہی تھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے آپؐ نے فرمایا:۔

كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اَوْ يُؤَخِّرُوْنَ عَنْ وَقْتِهَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ

(مشکوٰۃ شریف باب تعجیل الصلوٰۃ پہلی فصل بحوالہ مسلم)

اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکمراں مسلط ہوں گے جو نمازوں میں تاخیر کریں گے یا اس کے اوّل وقت سے اُسے ہٹا دیں گے تو میں نے کہا کہ آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم نماز کو وقت پر ادا کر لینا اور جب ان کے ساتھ نماز کو پاؤ تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لینا۔ وہ نماز تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

ملاحظہ فرمایئے کہ جو نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت، اوّل وقت پر پورے اطمینان، حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اُمت نے اس نماز کی کیسی دُرگت بنائی۔ اُسے دیکھ کر پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ نماز ہے یا کھیل۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" عربی مطبوعہ انصاری پریس دہلی کی جلد اوّل میں محقق اور مقلّد کے مناظرہ کی بحث میں ایسی ہی نماز کا نقشہ کھینچا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور پھر جو نماز آپ حضرات نے صحیح اور جائز رکھی وہ کیسی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نمازی ایک چھوٹی سی آیت مُدھامتن کا فارسی ترجمہ دو برگ سبز پڑھ دے یعنی دوہری پتیاں کہہ لے تو اُس کی قرأت بھی ہوگئی اور قیام بھی۔ اور پھر رکوع میں جھک کر صرف ایک سانس لے لے تو رکوع بھی ہوگیا پھر رکوع سے اُٹھ کر ذرا کمر اونچی کر دے جیسی تلوار خمیدہ ہوتی ہے تو قومہ بھی ہوگیا اور اگر نہ چاہے تو اتنا اُٹھنا بھی ضروری نہیں، یونہی رکوع سے سجدہ میں

گر پڑے۔ رکوع بھی ہوگیا۔ اور سجدے میں اگر ہاتھ پاؤں زمین پر نہ ٹکائے اور گھٹنے بھی اگر زمین سے نہ ٹکائے اور پیشانی بھی زمین پر نہ رکھے۔ صرف ناک کی ہڈی سے زمین کو چھولے تو سجدہ بھی ہوگیا (حالانکہ ایسا سجدہ آج تک ابن آدم نے نہ کیا ہوگا اور نہ قیامت تک ایسا سجدہ کرنا ممکن ہے) پھر التحیات اور تشہد نہ پڑھے صرف اتنی دیر بیٹھ جائے پھر کوئی حرکت نماز کو توڑ دینے والی کردے یعنی ہوا چھوڑ دے یا گوز مار دے یا قہقہہ مار کر ہنس پڑے یا اور کوئی ناقضِ نماز حرکت کر دے تو نماز پوری ہوگئی (استغفر اللہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نماز کو باطل قرار دیا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے جس نماز کے غلط ہونے کا فتویٰ دیا۔ ایسی نماز کو بعض لوگوں نے اور بعض کتابوں میں جائز اور صحیح قرار دیا ہے۔

میرے ہسورو والے برادرانِ احناف کی خدمت میں گزارش ہے کہ ایسی نماز کی، جو ادب و شعور اور دینی روح سے خالی ویران اور اُجڑی ہوئی ہے ، اصلاح کریں اور اس کے خلاف رسالے نکالیں تو ان شاء اللہ آپ کو ثواب ملے گا۔ آپ کو معلوم نہ ہو اور آپ کتابیں نہ پڑھ سکتے ہوں تو اُن ہی مولویوں سے معلوم کر لیجئے جنہوں نے آپ کو خلاف ناحق اور بے بات اُبھارا ہے۔ اور آٹھ رکعت تراویح امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ، رفع الیدین کرنے، بلند آواز سے نماز میں آمین وغیرہ مسائل کو غلط باور کرانے کے لئے آپ کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے یہ رسالہ چھپوایا ہے۔ آپ ہی نہیں آپ کے ہم مسلک بھائیوں میں سے بہت سے یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اہلِ حدیث کا طریقہ نماز غلط ہے اور اس طرح نفرت وعداوت پل بڑھ رہی ہے۔

تو آئیے لیجئے ہم اہلِ حدیثوں کی نماز کے ہر ہر مسئلے کو آپ کے مسلک کے دیار علماء کے فتووں سے اور فقہاء حنفیہ کی تحقیقات سے اور آپ کے مسلک کی زبردست اور معتبر کتابوں

کی عبارتوں سے صحیح ثابت کرتے ہیں۔ اس کے بعد دو میں سے ایک کام آپ کے ذمہ لگا دیتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جن مسائل میں حنفی علماء و فقہاء نے ہماری تائید کی ہے آپ اپنے علماء اور فقہاء کے خلاف لکھیں اور ان کی تحقیق کو غلط ٹھہرا دیں۔ اور آپ کے مسلک کی جن کتابوں میں ہم اہل حدیثوں کے مسائل کی تائید کی گئی ہے اُن کتابوں سے ایسی عبارتوں کو نکلوانے کی کوشش کریں لیکن یہ بات آپ سے قیامت تک نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا دوسرا کام ہی آپ کے ذمہ رہے گا۔ وہ یہ کہ جس طرح آپ کی کتابوں اور آپ کے علماء اور فقہاء رحمہم اللہ نے ہم کو جگہ جگہ مختلف مسائل میں صحیح سمجھا ہے آپ بھی اسی طرح سمجھیں تو ان شاء اللہ اس کا نتیجہ بہت خوشگوار ہوگا حنفی اور اہل حدیث بھائیوں میں باہم محبت پیدا ہو گی۔ اسلام کا رشتہ مضبوط ہوگا اور جھگڑے کا نیز جھگڑا کرانے والوں کا منہ کالا ہوگا۔ یہی اسلام کا مقصد ہے اور یہی حنفی مسلک کی تعلیم ہے چنانچہ آپ کے مسلک کی بڑی کتاب ہدایہ اُردو بنام عین الہدایہ جلد اوّل ص۳۹ میں ہے۔

"اہلِ حدیث و احناف میں اتفاق باہم ہونا چاہیئے۔"

پروردگار اسی اتفاق کی خوشگوار فضا ہم کو نصیب فرمائے آمین۔

نوٹ:۔ اس کتاب میں مسائل کی تحقیق کے ساتھ ساتھ نماز کے فضائل اور اہمیت بھی اور اس کے آداب و قواعد بھی اور اس کی دُعائیں اور اذکار بھی ضرورت کے مطابق لکھ دیئے تاکہ یہ کتاب تحقیق مسائل کرنے والوں کو بھی اور نماز پڑھنے والوں کو بھی اور نماز سیکھنے والوں کو بھی مُفید ثابت ہو۔ اس لئے یہ کتاب ہر گھر کے لئے اور ہر فرد کے لئے نہایت موزوں اور نفع بخش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبد المتین میمن جوناگڈھی

یکم ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ

نماز کے لئے پاک ہونا ضروری ہے

صحیح مسلم شریف جلد اول ص۱۱۹ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ — نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی، اور صدقہ چوری کے مال سے قبول نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم ص۱۱۹ پر لکھتے ہیں۔

اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی تَحْرِیْمِ الصَّلٰوۃِ بِغَیْرِ طَھَارَۃٍ مِّنْ مَّآءٍ اَوْ تُرَابٍ وَّلَا فَرْقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ وَالنَّافِلَۃِ الخ — پوری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ بغیر پاکی کے نماز حرام ہے۔ پاکی چاہے پانی سے حاصل ہو یا (عذر پر) مٹی سے اور فرض و نفل نماز میں (طہارت کے بارے میں) کوئی فرق نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نماز اس وقت صحیح ہوگی جب پاکی اور طہارت کے ساتھ پڑھی جائے اس لئے ہرگز اُن لوگوں سے نماز نہیں پڑھوانی چاہیئے جو ناپاک ہوں اور یہ فتویٰ قطعاً نہیں دینا چاہیئے کہ اللہ تو سجدے کو دیکھتا ہے۔ اسی حالت میں پڑھ لو۔ ایسا فتویٰ دینا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

طہارت جسمانی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے چنانچہ مسلم شریف جلد اوّل ص۱۱۸ پر حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ (مختصر) پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔

حدیثوں کی شرح لکھنے والے علماء نے کہا ہے کہ ایمان اُس وقت تک گناہ اور عصیان کے پردوں میں چھپا رہتا ہے جب تک کہ آدمی نیکیاں نہ کرے اور نیکیاں اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہوتیں جب تک آدمی نجاست و ناپاکی سے پاک نہ ہو جائے۔ اس لئے پاکی اور طہارت کو آدھا ایمان قرار دیا۔ بعض شارحینِ حدیث لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان سے مُراد نماز ہے۔ بہر حال نماز ہو یا ایمان بغیر طہارت اور پاکی کے معتبر نہیں۔ اور یہ طہارت بھی ایمان سے مشروط ہے کیونکہ بے ایمان کی طہارت اور پاکی کا کوئی ثواب نہیں ہے تفصیل کے لئے امام نووی کی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیے۔ طہارت کے ساتھ دوسری باتوں کا بھی نماز کے لئے خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ آدمی اگر بیوی سے ہمبستری کر چکا ہو یا عورت کو ماہواری آگئی ہو یا کوئی عورت ولادت کے بعد حالتِ نفاس میں ہو تو جب تک فارغ ہو کر غسل نہ کرلیں نماز پڑھنا منع ہے۔ (صحاح ستہ)

۲۔ جس شخص کے کپڑوں اور بدن کو ناپاکی لگ جائے یا کوئی بچی پیشاب کر دے یا منی لگ جائے تو جب تک کپڑے یا بدن کی اس جگہ کو دھو نہ لیں نماز پڑھنا منع ہے اسی طرح نماز کی جگہ بھی پاک ہونی چاہیئے (ایضاً)

۳۔ جس کو پیشاب یا پاخانے کی حاجت ہو تو وہ پہلے اپنی حاجت رفع کرے ورنہ ان دونوں چیزوں کو دباتے ہوئے نماز پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی (ترمذی عربی ص۳۳)

۴۔ اگر بھوک بہت زور کی ہے اور کھانا تیار ہے تو وہ پہلے کھائے پھر نماز پڑھے۔ (مشکوٰۃ)

۵۔ جس شخص کو نیند آرہی ہو تو وہ شخص اونگھتے ہوئے نماز نہ پڑھے نیند پوری ہونے تک ٹھہر جائے۔ (مشکوٰۃ)

۶۔ نماز میں بات کرنے اور اِدھر اُدھر دیکھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ شیطٰن ایسی نماز کو چھین لیتا ہے اور اللہ بھی ایسے نمازی سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۷۔ چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور اس کا جواب دینا بھی نماز میں جائز نہیں۔ (مشکوٰۃ)

۸۔ نماز میں سلام کا جواب آواز سے دینا جائز نہیں ہے (بخاری و مسلم)

۹۔ نماز میں اوپر کی طرف دیکھنا اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے (مسلم)

۱۰۔ جب نماز میں کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے دبائے اور اگر جماہی آ ہی جائے تو "ہا" کی آواز نہ نکالے کیونکہ اس طرح سے شیطان ہنستا ہے (بخاری و مسلم)

۱۱۔ جو شخص نماز کے ارادے سے مسجد میں جائے تو وہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں دوسرے ہاتھ کی انگلیاں پھنسا کر نہ بیٹھے۔ کیونکہ نماز کے ارادے سے مسجد میں جانے والا نماز ہی میں ہوتا ہے (ترمذی، ابوداؤد، احمد۔ نسائی۔ دارمی) جمعہ کا خطبہ سُنتے وقت بہت سے بھائی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بیٹھتے ہیں، وہ بھی ٹھیک نہیں۔ یہ نماز کے مختصر مسائل ہیں جن میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وضو کا بیان!

نماز کے لئے وضو فرض ہے اور اس کی فرضیت قرآن مجید سے اس طرح ثابت ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (سورۃ مائدہ رکوع ۲)	اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لو۔

وضو کے فرائض اس آیت میں چار فرائض ترتیب وار بتائے ہیں۔ چہرہ دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا، پورے سر کا مسح کرنا، دونوں پاؤں گٹنوں تک دھونا۔ وضو میں ترتیب قائم رکھنا بھی فرض ہے۔

وضو کی سنتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پر جس طرح عمل کیا اور اُمت کے لئے نمونہ چھوڑا۔ وہ مسلم شریف جلد اول ص۱۱۹ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے۔

اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ	حضرت عثمان بن عفان نے وضو کا پانی منگایا پس
فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ	وضو کیا اور دونوں ہتھیلیاں تین مرتبہ دھوئیں
وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ	پھر انھوں نے کلی کی اور ناک میں پانی دیا اور چہرہ
ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثَ	دھویا تین مرتبہ۔ پھر داہنا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ
مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى مِثْلَ	دھویا پھر بایاں ہاتھ بھی اسی طرح دھویا۔ پھر
ذٰلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهٗ	انھوں نے اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر داہنا پاؤں گٹوں
الْيُمْنٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ	تک تین بار دھویا پھر بایاں پاؤں بھی اسی طرح
غَسَلَ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ	دھویا۔ پھر حضرت عثمان بولے کہ میں نے رسول اللہ
رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل میرے اس وضو کی طرح
تَوَضَّاَ نَحْوَ وَضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ	وضو کرتے ہوئے دیکھا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے وضو کی طرح وضو
مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وَضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَامَ	کرے اور پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھے۔ ان میں اپنے
فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ	دل سے باتیں نہ کرے تو جو گناہ ہو چکے ہیں ان کی

غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَاءُنَا يَقُوْلُوْنَ هٰذَا الْوُضُوْءُ اَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهٖ اَحَدٌ لِلصَّلٰوةِ

مغفرت ہوجاتی ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ ہمارے علماء (صحابہؓ) کہتے تھے کہ یہ سب سے کامل وضو ہے جو نماز پڑھنے والا کرتا ہے۔

مسلم شریف کی اس حدیث کو وضو کے بیان میں اصل عظیم مانا گیا ہے اس میں تین سُنتوں کا اضافہ ہے۔ دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا، کُلی کرنا، ناک میں پانی دینا بعض محدثین ان سنتوں کو واجب کہتے ہیں اور ان کے بغیر وضو صحیح نہیں مانتے۔ ان کے علاوہ بھی احادیث میں دیگر سُنتوں کا بیان ہے جیسے نیت کرنا، بسم اللہ پڑھنا، کانوں کا بھی مسح کرنا حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جب آدمی سو کر اُٹھے تو وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈلے بلکہ تین مرتبہ پانی ڈال پہلے ہاتھ دھولے (بخاری ومسلم) پھر پورا وضو برتن میں ہاتھ ڈال ڈال کر کرسکتا ہے (بخاری ومسلم) اور وقتوں میں کم سے کم ایک مرتبہ ہاتھوں پر پانی ڈال کر دھونا مستحب ہے (نووی شرح صحیح مسلم ص۱۲۰) بعض لوگ وضو کے برتن میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنے کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کا خیال بُرا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو لوگوں کے سامنے اسی طرح کرکے دکھایا کہ پہلے برتن جھکا کر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال ڈال کر پانی لیا اور وضو پورا کیا (بخاری ومسلم) احادیث میں وضو کے لئے ایک ایک مرتبہ ہر عضو کا دھونا بھی ہے۔ دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ ایک ہی وضو میں کوئی عضو دو مرتبہ اور کوئی عضو تین مرتبہ دھویا۔ تو یہ سب جائز صورتیں سُنت میں شامل ہیں۔ لیکن کم سے کم ایک ایک مرتبہ دھونا واجب ہے اور اس سے زائد سُنت یا مستحب (نووی ص۱۲۱ ونیل الاوطار) لیکن تین مرتبہ سے زیادہ دھونا خلاف سُنت، گناہ اور ظلم ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

انگوٹھی کو پھرا کر پانی پہنچانا سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت انگلی کی انگشتری کو حرکت دی۔ (ابن ماجہ)

وضو کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم کے کپڑے سے یا گھر کے کسی کپڑے سے اعضاء وضو کو پونچھتے تھے (ترمذی) پونچھنے کے بارے میں حضرت معاذ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتیں ترمذی میں ہیں لیکن دونوں روایتوں کی سند ضعیف ہے۔ پھر بھی اعضاء وضو کا پونچھنا سنت یا پھر مستحب تو ہے ہی۔ نہ پونچھنے کو اچھا اور پونچھنے والے کو غلط کہنے والے غلط کہتے ہیں۔

چہرہ دھونے کے بعد ایک چلو پانی لیکر ڈاڑھی کا خلال بھی کرنا چاہیئے (ابو داؤد)

ہاتھوں کو دھوتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال اور پاؤں دھوتے وقت پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہیئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آپؐ نے اس کی تعلیم دی (ترمذی)

کسی کا وضو اگر پہلے کا باقی ہے تو وہ دوسری نماز پہلے وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ اگر پہلے وضو کے ہوتے ہوئے کوئی شخص دوسری نماز کے لئے نیا وضو کرے۔ تو اس کے لئے دس۱۰ نیکیاں زیادہ لکھی جاتی ہیں (ترمذی)

وضو اور دعا کی فضیلت

وضو کرنا ایمان والے کے لئے ایک بہت اچھا اور نیک عمل ہے جبکہ سنت کے مطابق اور نماز کے لئے کیا جائے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف جلد اوّل کتاب الطہارہ کی پہلی فصل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ — جو شخص وضو کرے اور وضو بھی درست کرے

خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ ‏ تو اس کے جسم کے سارے گناہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

قیامت کے دن نمازی کے اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہوں گے۔ اسی علامت سے پہچان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اُمتی کی شفاعت فرمائیں گے (مسلم) مسلم شریف میں یہ بھی حدیث ہے کہ مومن کو جنت میں زیور وہاں تک پہنائے جائیں گے۔ جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا۔

وضو کے بعد دعاء پڑھنی سُنّت ہے اور اس کی بھی زبردست فضیلت ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم میں سے پورا اور اچھا وضو کرے اور پھر یہ دُعا پڑھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (ترجمہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ! تو مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکیزگی رکھنے والوں میں شامل فرما دے۔" تو اُس شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے (ترمذی عربی ص۱۸)

مِسواک کرنا

مسواک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السّلام کی سنّت ہے (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن یا رات میں جب بھی

سو کر اُٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے (ابوداؤد)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت قیلولہ دن میں بھی آرام فرماتے تھے یہ سُنّت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سونے سے اُٹھ کر مسواک کرنا سُنّت مؤکدہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تَفْضُلُ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِيْ لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

جس نماز کے لئے مسواک کیا گیا وہ ستر درجے افضل ہے اُس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہیں کیا گیا۔

تحیۃ الوضوء

وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو تحیۃ الوضوء کہتے ہیں۔ جس کی فضیلت ایمان والے کے لئے بہت زیادہ آئی ہے۔ مسلم شریف جلد اوّل ص۱۲۲ پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (مسلم)

جو کوئی مسلمان وضو کرے اور وضو بھی اچھا کرے، پھر کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھے۔ دونوں رکعتوں میں اپنے دل اور چہرے کے ساتھ متوجہ رہے تو اُس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لئے تشریف لے گئے تو اُسی نیک عمل کرنے پر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے آگے چلتے ہوئے اُن کی جوتیوں کی آواز سُنی۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اوّل جزء ۵ ص۱۵۴ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے اور جلد دوم ص۱۲۴ پر بھی ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَا بِلَالُ حَدِّثْنِیْ بِاَرْجٰی عَمَلٍ عَمِلْتَہٗ فِی الْاِسْلَامِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ دُفَّ نَعْلَیْكَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا اَرْجٰی عِنْدِیْ اِنِّیْ لَمْ تَطَھَّرْ طُھُوْرًا فِیْ سَاعَۃِ لَیْلٍ اَوْنَھَارٍ اِلَّا صَلَّیْتُ بِذٰلِكَ الطُّھُوْرِ مَا کُتِبَ لِیْ اَنْ اُصَلِّیَ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فجر کی نماز کے وقت پوچھا۔ اے بلالؓ بتاؤ تم کو کس عمل خیر پر سب سے زیادہ ثواب کی اُمید ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے (چلنے پر) تمہاری جوتیوں کی آواز سُنی ہے۔ کہنے لگے ایسا کوئی عمل میں نے نہیں کیا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ دن رات کی کسی بھی گھڑی میں جب میں نے وضو کیا تو میں نے اس وضو سے اتنی نماز پڑھی جتنی میری قسمت میں تھی۔

اگر وقت ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے۔

وضو توڑنے والی چیزیں

نواقض وضو یعنی وضو توڑنے والی چیزیں بحدیث شریف میں بیان کی گئی ہیں۔ ان چیزوں کا نماز پڑھنے والے دھیان رکھیں۔ مندرجہ ذیل حدیثیں مشکوٰۃ شریف جلد اوّل باب مایوجب الوضو سے لی گئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ (بخاری ومسلم)

جس شخص کا وضو جاتا رہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وضو نہ کرلے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آگے پیچھے دونوں راستوں سے جو چیز نکلے یا نیند

آجائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پیشاب، پاخانہ، ریح اور گوز سے وضو بالاتفاق ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح بغیر لیٹنے پر نیند آجائے یا پیشاب کی راہ سے مذی یا ودی نکلے تب بھی وضو جاتا رہتا ہے۔ ان سب چیزوں میں نیا وضو کرنا ہوگا۔ اور اگر منی نکلے تو وضو اور غسل دونوں جاتے رہتے ہیں (درمختار باب نواقض وضو) اور اگر شک ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا (مسلم ابوہریرہؓ)	جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں گڑ بڑ پائے اور شبہ ہو کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں تو جب تک وہ آواز نہ سُنے یا بدبو نہ پائے مسجد نہ چھوڑے۔

یعنی آواز سے یا بے آواز ریح خارج ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ (ترمذی)	مذی نکلنے سے وضو کرنا ہوگا اور منی نکلنے پر غسل لازم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ (ابوداؤد)	سرین کا بندھن آنکھیں ہیں جو سو جائے تو وضو کرے (کیونکہ سونے سے سُرین کا بندھن کُھل جاتا ہے)

لیکن اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ صحابہؓ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگتے اور سر ڈھلک جاتے تھے جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو وضو نہیں کرتے تھے (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا (ابوداؤد)

آگ سے پکی ہوئی چیز گوشت وغیرہ کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور وضو کرنے کی جو روایت ہے وہ منسوخ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل حسب ذیل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا بھنا ہوا شانہ کھایا اور اپنے نیچے بچھے ہوئے ٹاٹ سے ہاتھ پونچھ لئے پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے (بکری کے) پہلو کا بھنا ہوا گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا۔ آپؐ نے کھایا۔ پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا (مسند احمد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی یہی تھا۔ (مسند احمد)

لیکن باوضو آدمی کھانے کے بعد وضو کرے تو مستحب ہے (نیل الاوطار)

شہوت کے ساتھ عورت کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (مؤطا و مسند شافعی)

ذکر چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔ (مسند شافعی۔ دار قطنی۔ نسائی)

بہتے ہوئے خون کی بحث

جسم سے نکلنے اور بہنے والے خون کے متعلق بہ روایت سنن دار قطنی میں ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ حافظ تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔

خود امام دار قطنی اس روایت کو بیان کر کے کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں یزید بن خالد اور یزید بن محمد نہایت مجہول راوی ہیں (جن کی روایت و بیان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور انھوں نے عمر بن عبد العزیز کا جو نام لیا ہے تو یہ بھی غلط ہے) کیونکہ عمر بن عبد العزیزؒ نے نہ تمیم الداری سے سُنا اور نہ اُن کو دیکھا۔ ایک اور روایت جو منتقیٰ میں ہے جس میں نکسیر کے خون پر وضو کرنے کا بیان ہے۔ امام شوکانیؒ نے اس کو بھی نہایت ضعیف مرسل اور منقطع السند ثابت کیا ہے۔ (نیل الاوطار جز اوّل ص۱۸۸ مطبوعہ مصر)

اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ اکثر جنگوں میں شریک رہتے اور اپنے خون رِستے زخموں کے ساتھ نماز ادا کر لیتے تھے۔ اسی لئے ابن عباسؓ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، ابن ابی اوفیٰ، ابو ہریرہ، جابر بن زید، ابن مسیب، مکحول اور ربیعہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ جسم سے خون بہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام شوکانی امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ جسم سے نکلنے والے خون کو ناقض مانتے تھے۔ (نیل الاوطار) لیکن حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا عمل اُن کے قول کے خلاف ہے اور یہ اصولی بات ہے کہ جس کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو عمل ثابت اور قول منسوخ مانا جائے گا چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنے "تذکرہ" میں امام احمد بن حنبلؒ پر ایک مضمون تحریر فرمایا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ جب عباسی خلیفوں کے حکم سے امام احمدؒ کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جاتے تو پیٹھ لہولہان ہو جاتی۔ ایک مرتبہ جب جلاد ہٹا تو امام موصوف ایک قریبی گھر میں ظہر کے وقت پہنچے اور ابن سماعہ کی امامت میں نماز پڑھی تو آپ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ نے خون بہتے ہوئے نماز پڑھی کیا یہ درست ہے تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے جواب دیا قَدْ صَلّٰی عُمَرُ وَجُرْحُہٗ یَثْعَبُ دَمًا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جب اُن کو نماز میں ایک مجوسی غلام نے خنجر مارا تو) نماز پوری کی حالانکہ اُن کے زخم سے خون بہ رہا تھا۔

تیمم تیمم کے معنیٰ لغتِ عرب میں قصد کے ہیں۔ شرعی معنیٰ مٹی سے پاکی حاصل کرنے کا قصد کرنا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں "یہ بات سمجھ لو کہ تیمم کتاب و سنّت اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے اور یہ تیمم ایسی خاص نعمت ہے جس سے صرف اُمتِ محمدیہ ہی کو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اُمت کا شرف زیادہ فرمائے۔ (آمین)"

ہم سے پہلے کسی اُمت کو تیمم کی سہولت نہیں ملی تھی۔ عذر کے وقت اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھنا جائز ہے۔ قرآن مجید کے چھٹے پارہ سورۂ مائدہ کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ

اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو، کہ اس مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔

تیمم کس طرح کیا جائے؟ اس کے بارے میں دو مسلک بہت مشہور ہیں۔ علامہ نووی شرح صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں :۔

(۱) علی ابن طالبؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، سفیان ثوری، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور دوسرے اہلِ رائے و قیاس کہتے ہیں کہ دو ضرب سے تیمم کرے یعنی دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارے اور ہاتھوں پر مٹی اڑانے کے لئے پھونک مارے۔ پہلی مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر ملے اور دوسری مرتبہ ہاتھ زمین پر یا مٹی پر مار کر ہاتھوں پر کہنیوں تک ملے۔ حنفی مسلک یہی ہے مگر تحقیق ہم آگے پیش کر رہے ہیں۔

(۲) عبداللہ بن عباسؓ، عمار بن یاسرؓ، عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد بن حنبلؒ

اسحاق، ابن منذر، اکثر محدثین اور عام اصحاب حدیث کے یہاں تیمم اس طرح ہے کہ صرف ایک ضرب یعنی صرف ایک مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارے اور دونوں ہتھیلیوں پر پھونک مارے تاکہ مٹی اُڑ جائے اور بقیہ مٹی چہرے اور دونوں ہاتھوں پر پہنچوں تک مل لے کہنیوں تک ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اہلِ حدیث اسی پر عمل کرتے ہیں۔

اس اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ عالم اسلام میں اور تمام مسلکوں میں وہ حدیث سب سے زیادہ معتبر مانی جاتی ہے جس پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہو مسئلہ تیمم میں ان دونوں اساطینِ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف جلد اول جزء ۲ صفحہ ۵۰ پر اور صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۶۰ پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے۔

بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا يَكْفِيْكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا فَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ۔ (مختصر)

مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام سے بھیجا تو میں وہاں جنبی ہوگیا (یعنی غسل واجب ہوگیا) میں نے جب پانی نہیں پایا تو مٹی میں اسی طرح لوٹ پوٹ ہوگیا جس طرح چوپایہ مٹی میں لوٹتا ہے پھر میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اس طرح کرو تو کافی ہے۔ اور پھر آپ نے زمین پر اپنی دونو ہتھیلیاں ماریں پھر اُن میں پھونک ماری پھر بائیں ہتھیلی دائیں ہتھیلی کی پشت پر پھرائی یا بائیں ہتھیلی کی

پشت پر (دائیں) ہتھیلی سے مسح کیا پھر دونوں ہتھیلیوں کو چہرے پر مل لیا۔

یعنی زمین پر ہاتھ مار کر پھونکنا اور دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں ایک دوسرے کی پشت پر پھیرا کر چہرے پر مسح کرنا تیمم کہلاتا ہے شارح بخاری مولانا احمد علی حنفی سہارنپوری مرحوم نے اس حدیث کی تشریح بخاری صفحہ حاشیہ ۲ پریوں کی ہے۔ وَفِيهِ دَلِيلٌ صَرِيحٌ عَلَى اَنَّ التَّيَمُّمَ ضَرْبَةٌ وَاحِدَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ جَمِيعًا۔ اس حدیث میں اس بات کی صاف دلیل ہے کہ تیمم منہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھوں کے لئے ایک ہی ضرب ہے۔ پھر بعد میں اپنے مسلک کے لئے اس حدیث میں تاویل بھی کی ہے جس کی ضرورت ہے ہی نہیں، کیونکہ حدیث کے الفاظ بالکل واضح ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سُنن ابی داؤد جلد اوّل صفحہ پر ایک ضرب والی حدیثیں بیان کی ہیں اور پھر دو ضرب والی روایت کے راویوں کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ بعض کو شک ہوا۔ بعض نے راویوں کے نام میں گڑبڑ کی اور بعض نے سند میں پھیر لکھتے ہیں۔ وَلَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِّنْهُمُ الضَّرْبَتَيْنِ اِلَّا مَنْ سَمَّيْتُ۔ دو ضرب کا بیان کسی نے نہیں کیا سوائے ان گڑبڑ کرنے والے راویوں کے جن کا میں نے نام لیا ہے۔

اسی لئے دو ضرب کی روایات کو خود حنفیہ نے بھی ضعیف مانا ہے۔ چنانچہ عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۲ اور شرح وقایہ اُردو صفحہ ۵۶-۵۷ پر عبارت لکھی ہے۔

"تیمم میں ایک ضرب کی احادیث صحیحین میں بطریق کثیرہ ہیں اور صحیح ہیں۔ تیمم میں دو ضرب کی احادیث ضعیف اور موقوف بھی ہیں۔"

ابن ماجہ عربی میں صفحہ ۴۲ پر دو باب باندھے گئے ہیں۔ پہلا باب ہے کہ ایک ضرب ہے۔ اس میں حضرت عمار کی وہی حدیث لائے ہیں جو بخاری و مسلم ہے۔ اس لئے یہ

روایت مقبول ہے۔ دوسرا باب ہے کہ تیمم دو ضرب ہے اور اس میں بھی حضرت عمارؓ کی وہی حدیث لائے ہیں اور اس میں دو ضرب کا بیان ہے۔ تو یہ روایت بخاری و مسلم و ابو داؤد اور ترمذی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں راویوں نے حضرت عمار کا بیان اُلٹ دیا ہے۔ اس لئے یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح کے خلاف ہے اور اسی لئے ناقابلِ عمل اور قابلِ رد ہے۔

مولانا عبد الحی حنفی لکھنوی شرح وقایہ کے صفحہ ۵۹ کے حاشیہ ۳ میں لکھتے ہیں۔

اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِّلْوَجْهِ	تیمم دو ضرب ہیں، ایک چہرہ کے لئے اور ایک
وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ	ضرب ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک اس
أَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَابْنُ عَدِيٍّ	حدیث کو حاکم ابن عدی، دارقطنی اور بزار
وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَزَّارُ وَغَيْرُهُمْ بِأَسَانِيْدَ	وغیرہ نے ایسی سندوں سے روایت کیا ہے
أَكْثَرُهَا ضَعِيْفَةٌ	جن میں سے اکثر ضعیف ہیں۔

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے عمارؓ کی حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ اس پر امام ترمذیؒ اپنی کتاب ترمذی ص۲۴ میں یہی عمارؓ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم میں ایک ہی ضرب کا چہرہ اور ہتھیلیوں کے لئے حکم دیا ہے پھر لکھتے ہیں کہ حضرت عمارؓ کی روایت حسن صحیح ہے اور بہت سے اہلِ علم صحابہ کرام بھی یہی کہتے ہیں۔ ان میں سے حضرت علی، عمار اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور بہت سے تابعین بھی یہی کہتے ہیں۔ اُن میں سے شعبی، عطار اور مکحول رحمہم اللہ ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بھی یہی کہتے ہیں کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے لئے۔" بعد میں دو ضرب والوں کا مذہب بھی بیان کیا ہے لیکن دو

ضرب کی کوئی روایت انھوں نے بیان نہیں کی)

طرفہ تماشا بعض اہلِ تقلید علمار (ندوہ کے استاد حدیث مولانا محمد اسحاق ندوی وغیرہ) نے ائمہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی امام ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ کو مقلد ثابت کرتے ہوئے شافعی و مالکی ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لیکن اِن امامانِ حدیث نے امام شافعی امام مالک وغیرہ کے خلاف ایک ضرب سے تیمم ثابت کیا ہے اور ان کے مسلک کے خلاف یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تیمم میں مسح صرف ہتھیلیوں تک ہی صحیح حدیث سے ثابت اور کہنیوں تک مسح کرنا ضعیف روایت پر مبنی ہے۔ اور ایسے ہی بہت سے مسائل ہیں جن میں یہ حفاظِ حدیث تقلید سے ہٹ کر صحیح حدیث کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ائمہ اور حفاظ حدیث کسی کے مقلد نہیں تھے بلکہ صحیح حدیث تلاش کرنا اور پوری اُمت کو اس پر عمل کرنے کے لئے بلانا اُن کا مقصد عظیم تھا۔ انھیں مقلد ثابت کرنا تماشا نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک اچھا نکتہ اُمت کے سب سے بڑے مفسر قرآن اور قرآنی الفاظ کے معنیٰ اور مُراد کے سب سے زیادہ جاننے والے اور مکہ کے زبردست محدث و فقیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حنفی مذہب کے راوی مقبول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تیمم کے متعلق ایک بڑا اچھا نکتہ بیان کیا ہے جو ترمذی صہ۲ پر اس طرح ہے۔

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اِنَّ اللهَ قَالَ

حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تیمم کے بارے میں تو انھوں نے

فِي كِتَابِهٖ حِيْنَ ذَكَرَ الْوُضُوْءَ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَقَالَ فِي التَّيَمُّمِ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِنْهُ وَقَالَ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا فَكَانَتِ السُّنَّةُ فِي الْقَطْعِ الْكَفَّيْنِ اِنَّمَا هُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّيْنِ يَعْنِي التَّيَمُّمَ۔	جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضو کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور تیمم میں فرمایا کہ پاک مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ تو چور کے ہاتھ کاٹنے میں سنت یہ ہے کہ ان

کے ہاتھ صرف پہنچوں تک کاٹے جاتے ہیں (کہنیوں تک نہیں) تو تیمم میں بھی صرف چہرہ اور کلائی کا ہی مسح ہے (کیونکہ یہاں بھی صرف ہاتھ کا ذکر ہے چوری کی طرح ــــ اور ــ کہنیوں کا ذکر نہیں ہے وضو کی طرح)

امام اعظمؒ اور ابنِ عباسؓ ہم خیال ہیں۔

ہدایہ عربی جلد اول ص۳۲ کے حاشیہ ۲ پر عنایہ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

وَلِرِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ اِلَى الرُّسْغِ وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ۔ ۱۲ع	حضرت حسنؒ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ تیمم صرف ہاتھوں کی کلائی یعنی پہنچوں تک ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

حسور والے بھائیو! ادب سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ میں آپ کا مسلک الگ ہے لیکن سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح صرف پہنچوں تک ہی

مسح کے قائل ہیں تو ابن عباسؓ کی طرح امام اعظمؒ ایک ہی ضرب کے قائل ہوں گے اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ حنفی مذہب کی بڑی کتاب ہدایہ میں جو یہ ہے کہ مٹی پر ہاتھ مار کر پھونکنا چاہیئے تو یہ پھونکنا بھی صرف ایک ضرب والی حدیث سے ہی لیا ہے چنانچہ ہدایہ صٓ۲۲ کے حاشیہ ۵ میں مُلّا الہداد حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وَيَنْفُضُ لِمَا رَوَى عَمَّارٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ۔

اور مٹی (پھونک کر) جھاڑے جیسا کہ حضرت عمارؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں۔ اور ان پر پھونک ماری پھر دونوں ہتھیلیوں کو مُنہ اور پہنچوں تک اپنے دونوں ہاتھوں پر پھیر لیا۔

الحمد للہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ تیمم کے لئے دو ضرب مارنا اور کہنیوں تک مسح کرنا احناف کے نزدیک بھی ضعیف ہے اور ایک ضرب سے چہرہ اور پہنچوں تک مسح کرنا صحیح اور قوی حدیث سے ثابت ہے جس پر امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داوُدؒ، امام ترمذیؒ اور امام اعظمؒ کے استاذ امام عطاءؒ کا اتفاق ہے اور عام اصحابِ حدیث اور تمام اہلِ حدیث اسی طرف گئے ہیں اور امام اعظمؒ بھی اس مسئلہ میں اہل حدیث کے مطابق ہیں بلکہ آپ مذہباً اہلِ حدیث ہی تھے۔ سُفیان بن عینیہؒ کو سب سے پہلے آپ ہی نے اہل حدیث بنایا تھا۔ ملاحظہ ہو مولانا فقیر محمد جہلمی کی کتاب حدائق الحنفیہ صٓ۱۳۲)

صفتِ نماز

قیام یعنی نماز کے لئے کھڑا ہونا !

نماز کا پہلا بڑا فرض قیام ہے۔ قرآن مجید کے دوسرے پارے میں فرمایا۔ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (بقرہ رکوع ۳۱) اللہ کے لئے باادب کھڑے ہو جاؤ۔ اِس آیت سے قیام فرض ثابت ہوا۔ اگر ادب اور حضورِ قلب ہو تو رحمتِ الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اس وقت تک اللہ کی رحمت نمازی کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ جب تک نمازی اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور نظر ادھر اُدھر نہیں پھراتا۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام کی مجلس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے اِنسانی صورت میں آکر دریافت کیا کہ احسان کسے کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (بخاری و مسلم) اللہ کی عبادت اتنے دھیان سے کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ اگر اتنا دھیان نہ کرسکو تو کم از کم یہی خیال رکھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اسی لئے نیت کرنا نماز کے لئے کبھی ضروری ہے تاکہ توجہ اور دھیان نہ ٹوٹے۔

نیت کا بیان

ہر عمل کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔ صحیحین میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اس لئے ہر عمل کے لئے صحیح اور خالص نیت کرنی ضروری ہے۔

نیت کے معنیٰ دل کے ارادے کے ہیں۔ یعنی دل میں یہ ارادہ کرلے کہ فجر کی یا

ظہر کی یا کسی اور وقت کی نماز ادا کرتا ہے۔ یا فرض یا سنّت ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ بعض حضرات نیّت کے الفاظ زبان سے ادا کرتے اور کہتے ہیں کہ چار رکعت فرض نماز پیچھے اس امام کے واسطے اللہ کے منہ طرف کعبے کے وغیرہ۔ تو یہ الفاظ زبان سے کہنا ہمارے نزدیک غلط ہے۔ ہاں ہماری نماز پر اعتراض کرنے والے اور اُن کے ہم مسلک بھائیوں میں سے بہت سے ایسا کرتے ہیں تو آئیے دیکھئے حنفی مسلک میں ہماری طرح عمل کرنے کو خود انھیں بھی کہا گیا ہے اور زبان سے نیّت کرنے کو بہت زیادہ رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ حنفی مسلک کی درسی کتاب شرح وقایہ ص۱۵۶ پر نماز کی شرائط کے بیان میں نیّت کا بھی ذکر ہے۔ نیّت کی تشریح اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر۷ میں اس طرح ہے۔

قَوْلُهٗ وَالنِّيَّةُ اَیْ قَصْدُ الْعِبَادَةِ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ — نیّت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے قصد یعنی ارادہ کرے۔

درمختار جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ ص۶۷ مطبوعہ مجتبائی میں ہے۔

لَمْ یُنْقَلْ عَنِ الْمُصْطَفٰی صلعم وَلَا الصَّحَابَۃِ وَلَا التَّابِعِیْنَ بَلْ قِیْلَ بِدْعَۃٌ — زبان سے نیّت کرنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ ہی تابعین سے منقول ہے بلکہ اسے بدعت کہا گیا ہے۔ غایۃ الاوطار درمختار اُردو جلد اوّل ص۲۰۳ ص۲۱۰ ص۹۳ ص۱۹۲ اور کنز الدقائق اُردو ص۲۲ اور بہشتی زیور حصہ ۲ ص۲ پر بھی نیّت دل کے ارادے کو کہا ہے اور زبان سے نیّت کے الفاظ ادا کرنے کو بدعت کہا گیا ہے۔

آپ کے مسلک کی سب سے بڑی کتاب ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

وَالنِّيَّةُ هِیَ الْاِرَادَۃُ وَالشَّرْطُ اَنْ یَّعْلَمَ — نیّت صرف ارادہ کو کہتے ہیں۔ شرط صرف یہ

بِقَلْبِہٖ اَیَّ صَلٰوۃٍ یُّصَلِّیْ اَمَّا الذِّکْرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِہٖ۔ (ہدایہ مع الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ صفحہ)

ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے دل میں یہ اچھی طرح ٹھانے کردہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا معتبر نہیں ہے۔

اس عبارت سے اتنا کھل کر سامنے آگیا کہ زبان سے نیت نہ کرنا ہی بہتر ہے صرف دل میں ارادہ کرلے۔ بعد میں یہ عبارت بھی ہے۔

وَیَحْسُنُ ذٰلِکَ لِاِجْتِمَاعِ عَزِیْمَتِہٖ۔

اور زبان سے ادا کرنا اپنے ارادہ کو مجتمع اور یکسو رکھنے کے لئے اچھا ہے۔

اس کی تردید اسی عبارت کے حاشیہ نمبر۱۳ پر مولانا عبدالحی حنفی مرحوم لکھتے ہیں۔

اِخْتَلَفُوْا فِیْ ذٰلِکَ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَمِنْ قَائِلٍ اَنَّہٗ بِدْعَۃٌ وَمِنْ قَائِلٍ اَنَّہٗ مَکْرُوْہٌ وَمِنْ قَائِلٍ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ وَمِنْ قَائِلٍ اِنَّہٗ مُسْتَحَبٌّ وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کے بارے میں فقہاء (حنفیہ) کا بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ بعض کہتے ہیں مکروہ یعنی برا ہے بعض کہتے ہیں سنت ہے اور بعض کہتے ہیں مستحب ہے اور صحیح یہ ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔

یعنی فقہاء کے درمیان یہ جھگڑا پڑا ہوا ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا مکروہ ہے یا بدعت سیئہ ہے یا بدعت حسنہ ہے اور یہاں آپ بھائیوں نے ضروری ٹھہرالیا ہے رہ گیا معاملہ سنت کا تو اس کے متعلق حنفی مذہب کے زبردست مجتہد اور فقیہ علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:۔

اَنَّ مَنْ قَالَ مِنْ مَشَایِخِنَا اَنَّ التَّلَفُّظَ سُنَّۃٌ لَمْ یُرِدْ بِہٖ سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے مشائخ میں سے جس نے بھی یہ کہا ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا سنت ہے تو اس کے

(حاشیہ ہدایہ ص۹۴)   بارے میں سرے سے کوئی سنّت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وارد نہیں ہوئی ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح مرقاۃ میں زاد المعاد کے حوالہ سے لکھتے ہیں

جو نیت کے متعلق حرفِ آخر ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَللهُ أَكْبَرُ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا قَبْلَهَا وَلَا تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ وَلَا قَالَ أُصَلِّيْ صَلٰوةً كَذَا مُسْتَقْبِلاً لِلْقِبْلَةِ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ إِمَامًا أَوْ مَأْمُوْمًا وَلَا قَالَ أَدَاءً وَلَا قَضَاءً وَلَا تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ وَهٰذِهٖ بِدَعٌ لَمْ يُنْقَلْ عِنْدَ أَحَدٍ قَطُّ لَا بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ وَلَا بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ وَلَا مُسْنَدٍ وَلَا مُرْسَلٍ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِهٖ وَلَا اسْتَحَبَّهُ التَّابِعُوْنَ وَلَا الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ. (حاشیہ ثانی ۱۳ بر ہدایہ ص۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اس سے پہلے کچھ نہ کہتے۔ نہ آپؐ نے کبھی نیت کے الفاظ کہے اور نہ یہ فرمایا کہ میں فلاں نماز قبلہ کی طرف منہ کرکے چار رکعات امام یا مقتدی بن کر پڑھتا ہوں اور نہ یہ فرمایا کہ میں حاضر یا قضا نماز ادا کرتا ہوں۔ یہ تو سب بدعتیں ہیں جسے کسی نے بھی جائز نہیں رکھا۔ نہ کسی صحیح حدیث سے یہ باتیں ثابت ہیں اور نہ کسی ضعیف روایت ہی سے ثابت ہیں۔ یہ باتیں کسی متصل سند سے اور کسی مرسل حدیث سے بھی ثابت نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی سے بھی نیت کے الفاظ کہنے ثابت نہیں ہیں (صحابہؓ کے بعد) تابعین کرام نے بھی اس کو اچھا نہیں سمجھا ہے اور چاروں اماموں نے یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین نے بھی نیت کے الفاظ کو اچھا نہیں سمجھا ہے۔

اس عبارت سے مطلب بخوبی ظاہر ہو گیا۔ اتنا ہی عرض ہے کہ اگر آج کوئی نماز کے الفاظ کہتا ہے یا کہلوانا یا لکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ ایک غیر ضروری اور بے سند بات کو ضروری ٹھہراتا ہے جو یقیناً ناقابل قبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سن لیا تو اُسے ڈانٹ دیا۔ چنانچہ علامہ عینی حنفیؒ نے جامع الکردری سے اور علامہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا ہے: اِنَّ عُمَرَ زَجَرَ عَلٰی مَنْ سَمِعَ ذَالِکَ (حاشیہ ہدایہ ص۸۰) حضرت عمرؓ نے اس شخص کو ڈانٹ دیا جسے زبان سے نیت کے الفاظ کہتے ہوئے سنا۔

میرے بھائیو! آپ نے یہ سارے دلائل کتب احناف سے دیکھے جس میں آپ کو ہماری طرح عمل کرنے کے لئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور اگر آپ بھی اس پر عمل کریں تو ہم میں اور آپ میں اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ یا اگر عمل نہ کریں تو کم سے کم جھگڑا تو مٹ جائے گا۔ مگر آج کل کے علماء میں سے بعض یہ جھگڑا مٹانا ہی نہیں چاہتے۔ یا تو وہ خود ان معلومات سے کورے ہوتے ہیں یا پھر وہ بیان ہی نہیں کرنا چاہتے دو گروپ بنے رہیں اور دو فریق لڑتے رہیں شاید اسی میں ان کا بھلا ہے۔

قیام کس طرح کریں؟

دل میں ارادہ و نیت کر لینے کے بعد باوضو قبلہ رُخ کھڑے ہو جائیے۔ اپنے پاؤں سیدھے اس طرح کیجئے کہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حمید عبدالرحمٰن بن سعد ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اپنے ترجمہ باب دوسرا پارہ ص۵۶ پر نقل کی ہے۔

يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ — آپؐ اپنے پاؤں کی اُنگلیاں قبلہ کی طرف سیدھا رکھتے

دوسروں کی کیا بات کی جائے۔ جو سنت پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہلِ حدیث بھی کہتے ہیں ذرا اُن ہی کے پاؤں دیکھ لیجئے تو معلوم ہوگا کہ ایک پاؤں کی انگلیوں کا رُخ جنوب کی طرف ہے۔ تو دوسرے پاؤں کی انگلیوں کا رُخ شمال کی طرف۔ حالانکہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں اتنے سیدھے رکھنے چاہئیں کہ انگلیوں کا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف ہو۔ اللہ رحم کرے۔ بعض بعض علماء بھی مصلّے پر شاید بے دھیانی میں اپنے پاؤں قینچی کی دو ٹانگ کی طرح ٹیڑھے رکھتے ہیں۔ عورت ہو یا مرد، امام ہو یا مقتدی سب کے لئے یہی حکم ہے کہ نماز میں پاؤں بالکل سیدھے رکھے جائیں۔ اور اس میں کسی مذہب کا کوئی اختلاف نہیں۔

نمازِ باجماعت میں پاؤں ملانا

غیر مقلد یعنی اہلِ حدیث حضرات باجماعت نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ سنت ہے اور صحابہ کرام کا عمل بھی یہی ہے۔ ہماری نماز کے کئی مسائل کے خلاف رسالہ نکالنے والے ہسور کے حنفی بھائیوں کی خدمت میں ادب کے ساتھ عرض ہے کہ ایک نمازی کا دوسرے نمازی سے پاؤں الگ الگ رکھ کر باجماعت نماز کے متعلق نہ کوئی فرمانِ خداوندی ہے اور نہ کوئی حدیثِ رسول ہے اور نہ صحابہ کرام رضؓ کا عمل ہے اور نہ ہی حنفی مذہب کا حکم ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل بھی نہیں ملتا۔ اور فقہائے حنفیہ میں سے بھی کسی نے نہیں لکھا۔ حنفی مذہب کی جتنی مشہور اور متداول کتابیں ہیں۔ کسی میں بھی دو نمازیوں کو الگ الگ پاؤں رکھنے کے بارے میں سرے سے نہ کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی حکم۔ بلکہ حنفی مذہب کی کتابوں میں ہم اہلِ حدیثوں کی طرح آپ کو بھی یہی حکم ہے کہ مل کر

کھڑے رہو اور درمیان میں جگہ نہ چھوڑو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی یہی ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف جلد اول پارہ ۳ ص۱۰۰ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا — اپنی صفوں کو برابر کرو اور ایک دوسرے سے بلکر کھڑے ہو۔

تَرَاصُّوا کا مطلب اسی حدیث کے بین السطور میں علامہ عینی حنفیؒ یوں سمجھاتے ہیں۔

تَضَامُّوا وَتَلَاصَقُوا حَتّٰى يَتَّصِلَ مَا بَيْنَكُمْ وَلَا يَنْقَطِعَ۔ آپس میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑے رہو اس طرح کہ ایک نمازی دوسرے نمازی سے مل جائے اور الگ نہ ہو سکے" یہ روایت دوسرے کئی صحابہ کرامؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپؐ کے فرمان کے مطابق کس طرح صفیں باندھتے تھے۔ وہ بھی بخاری شریف کے اسی ص۱۰۰ پر موجود ہے اور اس پر امام بخاریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب اس طرح باندھا ہے۔

بَابُ اِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهٖ

صف کے اندر کاندھے سے کاندھا اور پاؤں سے پاؤں ملانے کا بیان۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔ ہم میں سے آدمی اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ ملاتا تھا۔

اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ اس طرح موجود ہے۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ

حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ صفوں کو

وَرَاءِ ظَهْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ	سیدھا کرد میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں
بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ	اور ہمارا ایک دوسرے ساتھی کے کاندھے سے
(بخاری ص۱۰۰)	کاندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔

ہسور والے بھائیو! آپ اہلِ سُنّت والجماعت کہلاتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور جماعتِ صحابہؓ کے طریقے پر چلنے والے سا اب آئیے لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی سُنّت اور صحابہ کرام کا مبارک عمل موجود ہے اور آپ کے مذہب میں پاؤں ایک دوسرے سے ملانے کی مُمانعت بھی نہیں ہے اور محققین فقہاء وعلماءِ حنفیہ نے تائید بھی کی ہے تو آپ بھی اس پر عمل کیجئے۔ تاکہ سُنّت والجماعت کے حقدار بنیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نماز میں قیام کی حالت میں دونوں ہاتھ باندھنے کی حدیث مؤطا میں ذکر کی ہے۔ مگر اُن کے مُقلدین مالکیوں میں قیام میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا رواج بے دلیل ہی عام ہو گیا ہے۔ بالکل اسی طرح ہسور والے بھائیو اور اُن کے ہم مسلک بھائیوں کی کتابوں میں وہی حکم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے جس پر صحابہ کرام رضؓ نے عمل کر کے بتایا اور جس کی تشریح علامہ عینی اور علامہ احمد علی حنفی سہارنپوری رحمہما اللہ نے کی ہے لیکن مالکیوں کی طرح آپ کے یہاں صف میں پاؤں الگ الگ رکھنے کا عمل بے دلیل عام ہو گیا اور علماء بھی اس بے دلیل بلکہ دلیل صحیح کے خلاف کھڑا ہونا ہی اچھا سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ حیرت اس بات پر ہے کہ اہلِ حدیث حضرات صحیح دلیل وسنّت کے مطابق اگر کھڑے ہوں تو اُن کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ اگر کسی نے پاؤں ملا لیے تو ایسا لگتا ہے

کہ اُس نے غلط حرکت کر دی۔ حالانکہ حنفی مذہب میں اس کی سخت ممانعت ہے چنانچہ عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل ص۵۴۲ اور غایۃ الاوطار اُردو ترجمہ دُرمختار جلد اوّل ص۱۷۲ پر ہے "جو سُنّت کو حقیر جانے گا وہ کافر ہے"

مولانا احمد علی حنفی سہارنپوری مرحوم لکھتے ہیں :۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق) نماز کی صف دُرست ہے اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صف برابر کرنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نماز فرض ہے اور فرض کی ہر چیز فرض ہوتی ہے (عربی حاشیہ بر بخاری ص۱۰۰)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور مُراد کے مطابق نماز میں صف بندی نہ کی گئی تو نماز کا حُسن اور کمال ختم ہو جاتا ہے اور وہ نمازی بڑی معصیت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے اسی ص۱۰۰ پر ہے یہ حدیث موجود ہے جسے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ۔ تم اپنی صفوں کو دُرست کرو۔ ورنہ اللہ تعالےٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح میں سہارنپوری مرحوم مذہب حنفی کے زبردست فقیہ اور محدّث علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بخاری ص۱۰۰ کے حاشیہ ۱۳ میں لکھتے ہیں۔

لَتُسَوُّنَّ مِنَ التَّسْوِيَةِ وَهِيَ اِعْتِدَالُ الْقَائِمِيْنَ عَلٰى سَمْتٍ وَّاحِدٍ وَيُرَادُ بِهَا اَيْضًا سَدُّ الْخَلَلِ الَّذِيْ فِي الصَّفِّ عَلٰى مَا سَيَأْتِيْ (كذا في العيني) ایک ہی سمت میں کھڑے ہونے والوں کا اعتدال (یعنی آگے پیچھے اور ٹیڑھے نہ ہوں) اور اس حدیث سے یہ بھی مراد ہے کہ صف میں نمازیوں کے بیچ میں جو جگہ ہوتی ہے اُسے پُر کرنا اور اس

کی دلیل وہی ہے جو آرہی ہے (یعنی صحابہ کرام رضی کا عمل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جسے ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے)

علامہ عبد الغفور غزنوی مرحوم مشکوٰۃ مترجم اُردو جلد ا صفحہ ۲۲۲ میں اسی حدیث پر لکھتے ہیں۔

"اختلافِ باطنی پیدا ہوگا اختلافِ ظاہری کی سزا میں۔ شاید یہی وجہ ہووے کہ مسلمانوں میں جتنا نفاق اور شقاق اور اختلاف ہے شاید حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک کسی اُمت میں نہ ہوا ہو گا۔"

بعض کتابوں میں جو یہ لکھا کہ صف میں کھڑے ہو کر اپنے دونوں پاؤں کے درمیان صرف چار اُنگل کی جگہ رکھے۔ تو یہ بات عقل نقل کے بالکل خلاف ہے۔ اور یہ بات نہ اللہ و رسولؐ کی فرمودہ اور نہ صحابہ کرام رضی کی اختیار کردہ اور نہ کسی امام کی بیان کردہ بلکہ اس قدر بے اعتبار ہے کہ اس کی سند اور دلیل روئے زمین پر کہیں موجود نہیں ہے۔

زیادہ دُکھ اور افسوس اُن اہلِ حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ اپنی صفوں کو برباد کرتے جا رہے ہیں اور ٹھیک سے پاؤں نہیں ملاتے۔ ہونا یہ چاہیے کہ التحیات کے بیٹھنے میں آدمی جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں رکھے اس طرح سے صف خود بخود پوری ہو کر ایک دیوار کی طرح بے خلل ہو جائے گی۔

عورتوں کو بھی ایسی ہی صف بنانی چاہیئے کہ ایک عورت کا پاؤں اور کاندھا دوسری عورت کے پاؤں اور کاندھے سے مل جائے۔ بہت معتبر ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض جگہ اہلِ حدیث مسجد میں رمضان شریف میں اور اہلِ حدیث عید گاہ میں عورتیں اپنے مصلّے الگ الگ بچھا کر کھڑی ہوتی ہیں اور دوسری مسلمان بہن کو اپنے مصلّے اور کپڑے پر پاؤں نہیں رکھنے دیتیں، یا بغیر مصلّے کے بھی حصیر پر ایک دوسری

سے جدا کھڑی رہتی ہیں۔ اس طرح اللہ ورسولؐ کے نزدیک اُن کی صف پوری نہیں ہوتی۔ کاش کوئی مسلمان بہن اُن کی اصلاح کر دے اور انھیں مل کر کھڑا ہونا چاہیئے۔

آپ حنفی مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بتاتے ہیں وہی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صفوں کی خراب حالت دیکھ کر فرمایا کرتے تھے:۔ فَأَنتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اِخْتِلَافًا (مسلم شریف) آج تم صف کو بگاڑ کر شدید اختلاف میں پڑگئے۔ امام کو بیچ میں رکھنا چاہیئے اور صف کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑنی چاہیئے (ابوداؤد) صف کے داہنے طرف کھڑے ہونے پر اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں (ابوداؤد) صف کے بیچ میں جو خالی جگہ رہ جاتی ہے اس میں شیطان در آتا ہے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا صفوں کو سیدھا کرو اور کاندھوں کو ایک سیدھ میں رکھو اور بیچ کی جگہ پُر کرو اور اپنے بھائیوں کے لئے نرم رہو اور شیطان کے لئے خالی جگہیں نہ چھوڑو، جس نے صف کو ملایا اللہ اس کو ملائے گا اور جو صف کو توڑے گا اللہ اُس کو توڑ ڈالے گا۔ (ابوداؤد)

قیام کی ابتدا اللہ اکبر سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسلم شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز شروع فرماتے تھے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی میں ہے کہ آپؐ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے۔ احادیث شریفہ میں تکبیر کا مطلب و معنیٰ اللہ اکبر کہنا ہی ہے۔ اس کے بغیر آدمی نماز میں داخل نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ (بخاری عن عائشہؓ) نماز کی ابتداء اللہ اکبر سے اور اختتام سلام سے ہوتا ہے۔

اسی لئے حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کا یہ فیصلہ اپنی ترمذی ص۱۶ پر لکھتے ہیں:

لَوِ افْتَتَحَ الرَّجُلُ الصَّلٰوۃَ بِسَبْعِیْنَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَمْ یُکَبِّرْ لَمْ یُجْزِہٖ۔ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے کسی نام سے نماز شروع کرے اور اللہ اکبر نہ کہے تو یہ نماز کے لئے نکافی ہے۔

ساری دنیا کے مقابلے میں ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی تھے لیکن آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام اور سفیان ثوری، ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کہتے ہیں۔ لَا یَکُوْنُ الرَّجُلُ دَاخِلًا فِی الصَّلٰوۃِ اِلَّا بِالتَّکْبِیْرِ۔ بغیر اللہ اکبر کہے آدمی نماز میں داخل ہو ہی نہیں سکتا۔ (ترمذی ص۱۶)

یہ لفظ اللہ اکبر معجم طبرانی، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں روایت کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فعل اور تعلیم سے یہی اللہ اکبر ثابت ہوتا ہے نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا سنتِ مؤکدہ ہے (دیکھو حاشیہ شرح وقایہ عربی ص۱۰)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ اکبر کے سوا کسی اور لفظ سے نماز کی ابتدا جائز نہیں سمجھتے۔

الحمد للہ ہمارا عمل یہی ہے کہ اللہ اکبر کہے بغیر نماز شروع نہیں کرتے اور یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ ہمارے ہسور والے حنفی بھائی اور ان کے تمام ہم مسلک حضرات علماء اسی پر متفق ہیں کہ بغیر اللہ اکبر کے نماز شروع نہیں کرتے۔ ورنہ ان کے مسلک میں اللہ اکبر کی جگہ اللہ عز وجل، اللہ اعظم، اللہ الرحمٰن وغیرہ کہہ دیں تو نماز شروع ہو جائے گی لیکن اس بے سند بات کو چھوڑ کر سنتِ نبویؐ اور عمل صحابہؓ پر آپ کا عمل ہے۔ بس اسی طرح صف میں ایک دوسرے سے پاؤں سے پاؤں ملانے کو بھی مان لیتے جس کی دلیل ہے

اور نہ ملانے کی کوئی دلیل نہیں ہے تو بہت اچھا تھا۔ پاؤں نہ ملانے کا رواج تو بس یوں ہی پڑ گیا جو حنفی مذہب کی روح کے بھی خلاف ہے۔ مگر یہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہمارا دین رواجی نہیں ہے بلکہ کتابی اور اصولی ہے۔

تکبیر تحریمہ میں رفع الیدین

اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کاندھوں کے برابر کریں۔ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کاندھوں کے برابر اٹھایا (بخاری ص۱۰۲) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اسی حدیث کے بین السطور میں مولانا احمد علی حنفی سہارنپوری مرحوم لکھتے ہیں۔ وَهُوَ قَوْلُ مَالِکٍ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ۔ امام مالک اور شافعی اور امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے کہ تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کاندھوں تک اُٹھائے جائیں۔

مسلم شریف میں کانوں کے برابر ہاتھ اُٹھانے کی بھی روایت ہے اور ابوداؤد عربی جلد اوّل ص۱۱۲ پر روایت ہے کہ آپ کے ہاتھ کاندھوں تک اور انگوٹھے کانوں کے برابر ہوتے۔

کانوں کی لو چھونا بے اصل ہے

حدیثوں میں کانوں یا کاندھوں کے برابر، متوازی یا سیدھ میں ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے لیکن پیارے بھائی! کانوں کی لو کو انگلیوں یا انگوٹھوں سے چھونے کا ذکر تو کہیں نہیں ہے۔ فتاویٰ قاضیخان، ظہیریہ اور مختار النوازل نے تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کی لو چھونے کا ذکر کیا ہے اور شرح وقایہ میں بھی کانوں

کی لَو چھونے کا لکھا ہے مگر چاروں نے کوئی دلیل اور ثبوت پیش نہیں کیا۔ مولانا عبدالحی حنفی مرحوم نے شرح وقایہ ص۱۲۲ کے حاشیہ ۱۰ میں اس مسئلہ کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے لکھتے ہیں۔ وَهُوَ لَيْسَ بِسُنَّةٍ مُسْتَقِلَّةٍ فَإِنَّهُ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ۔ (کانوں کی لَو کو چھونا کوئی) مستقل سُنت ہے ہی نہیں اور اس کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔

بہر حال احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کاندھوں تک ہاتھ اُٹھانا ہی زیادہ مضبوط ہے۔ یا پھر کبھی کاندھوں تک اور کبھی کانوں کے برابر ہاتھ اُٹھائے جائیں بعض لوگ صرف سینے تک یا اس سے بھی کم ہاتھ اُٹھا کر باندھ لیتے ہیں وہ ذرا اپنی غفلت کو چھوڑ کر دیکھیں کہ ہاتھوں کو کاندھوں کے برابر یا زیادہ سے زیادہ کانوں کے برابر اُٹھائیں تب ہی پہلا رفع یدین صحیح ہوگا۔ لیکن کانوں کی لَو چھونا بالکل بے اصل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ کانوں کی لَو اس لئے چھوتے ہیں کہ وسوسہ دور ہو جائے اور احتیاط رہے۔ تو یہ بھی بے اصل ہے۔ کیونکہ احتیاط برتنے اور وسوسہ دور کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سب سے آگے تھے اور اُن سے ایسا احتیاط برتنے میں کچھ بھی نہیں آیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ تکبیر کے وقت ہاتھوں کو کانوں کے محاذ اور سیدھ میں رکھا جائے اور اس کی دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے لی ہے (دیکھو ہدایہ مع الدرایہ عربی ص۸۶)

انگلیاں کشادہ رکھو

تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اُٹھاتے وقت اُنگلیاں کشادہ یعنی کھلی ہوئی رکھنی چاہیئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر (تحریمہ)

اِذَا كَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ نَشَرَ اَصَابِعَهٗ (ترمذی مصری جلد ۱) کہتے تو اپنی انگلیاں کھول دیتے۔

مجمع الزوائد کی ایک روایت سے اور حنفی مذہب کی کتابوں کے بعض حواشی سے پتہ چلتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہتھیلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے۔

کانوں یا کاندھوں تک ہاتھ اُٹھا کر بائیں ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھ کر سینے پر باندھ لیں۔ صحیح بخاری شریف عربی جلد اوّل پارہ ۳ صفحہ ۱۰۲ میں حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ

لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم کیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں داہنے ہاتھ پر بایاں ہاتھ رکھ کر نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے میرا داہنا ہاتھ پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا (ابن ماجہ عربی ص ۵۹۔ ابو داؤد عربی جلد ۱ ص ۱۱۱)

سینہ پر ہاتھ باندھنا

ہسور والے بھائیو! یہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور نہ باندھنے کا مسئلہ بھی ہمارے اور آپ کے درمیان مختلف فیہ ہے اور اس مسئلہ میں بھی آپ حضرات ہم کو غلط ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے مولویوں نے اسی طرح سمجھا دیا ہے اور سچی بات گول کر گئے ہیں۔ اس لئے پہلے آپ ہم مظلوموں کے دلائل دیکھیں اور پھر آپ کے مسلک میں خود آپ کے لئے اس مسئلہ میں تحقیق ہے اُسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ پھر ہو سکے تو اس نفرت کو دل سے نکال دیں۔ کیونکہ مسلمان بھائی کی یہی پہچان ہے اور یہی شان ہے۔

۱۔ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ الخ

(مسند احمد جلد ۵ ص۲۲۶)

قبیصہ بن ہلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نماز کے بعد) دائیں بائیں پھرتے (اور نماز میں) سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا ہے۔

۲۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن کبریٰ میں یہ حدیث لاتے ہیں۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَضَ إِلَى الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيرِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھائے اور داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھا۔

۳۔ تیسری روایت ہمارے نزدیک صحیح مرفوع متصل، غیر معلل اور غیر شاذ صحیح ابن خزیمہ کی ہے جو بلوغ المرام میں ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھ لیا۔

(یہ حدیث طبرانی میں بھی ہے اور احناف کی سب سے بڑی کتاب ہدایہ عربی جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ ص۸۶ کے حاشیہ ۲۲ میں بھی ہے اور سبل السلام جلد اول ص۱۵۹ پر بھی ہے)

۵۔ بیہقی اور ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ایک اثر وارد ہوا ہے۔

ہاں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایتیں مسند احمد اور ابو داؤد میں بھی ہیں لیکن خود ان دونوں محدثوں نے ان روایتوں کو مرفوع یا صحیح نہیں مانا ہے بلکہ ضعیف قرار دیا ہے اور ضعیف روایت سے دلیل لینا ٹھیک نہیں جبکہ صحیح روایت موجود ہے یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایتیں قوی ہیں اور زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایتیں کمزور ہیں۔

علامہ حافظ مقتدیٰ حسن فاضل جامعہ ازہر مصر، استاد مرکزی دار العلوم بنارس نے اپنی کتاب ”حرکۃ الانطلاق الفکری“ کے صفحہ ۱۰۱ پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا ہے، لکھتے ہیں۔

۵۔ اَمَّا رِوَایَةُ تَحْتَ السُّرَّةِ فَمَرْفُوْعٌ حُکْمًا وَلٰکِنَّہٗ ضَعِیْفٌ بِجَمِیْعِ اَسَانِیْدِھَا فَاَسَانِیْدُھَا تَرْجِعُ اِلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ الْوَاسِطِیِّ وَھُوَ ضَعِیْفٌ بِاتِّفَاقِ اَئِمَّةِ الرِّجَالِ۔	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حکماً مرفوع ہے لیکن اس کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔ اس روایت کی سندیں عبد الرحمن بن اسحاق واسطی کے ذریعہ سے ہیں اور فن رجال کے اماموں کا اتفاق ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ نے ان کے لئے دعا کی تھی کہ اے اللہ! تو اپنی کتاب کا علم عبد اللہ کو دیدے۔ اسی دعا کا اثر تھا کہ ابن عباس اس امت کے سب سے بڑے مفسر قرآن مانے گئے۔ انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی دلیل قرآن مجید سے لی ہے۔ چنانچہ

سورۂ کوثر کی آیت فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کا معنیٰ یہ لیتے ہیں کہ تیرے رب کے لئے نماز پڑھ اور نماز میں سینے کے بالائی حصے پر ہاتھ باندھ۔ تفسیر خازن میں ہے وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اَیْ ضَعْ یَدَكَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ النَّحْرِ (ملاحظہ ہو تفسیر خازن آخری ص۲۵۳ مطبوعہ مصر) اسی صفحہ کے حاشیہ میں تفسیر معالم التنزیل کی عبارت اس طرح ہے۔ وَرُوِیَ عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ قَالَ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الصَّلٰوۃِ عِنْدَ النَّحْرِ (ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ کا معنیٰ ہے کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے کے بالائی حصے پر باندھو۔

آپکے یہاں بھی اس کا ثبوت ہے

اوپر بیان کردہ احادیث اور آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ایا ہے۔ احادیث کا اگر احترام ہوتا تو ان پر عمل کرنے والوں کو غلط نہ سمجھتے۔ بھولے بھالے عوام کا کوئی قصور نہیں۔ اس علم نبویؐ کو چھپانا اور اس پر عمل کرنے والوں کو غلط کہنا اور ایسے مسائل کی آڑ لے کر دو مسلمان بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا کرنا اور ناواقف مسلمانوں کے درمیان رسالے نکلوا کر دوسرے بھائیوں کو رسوا کرنا عدل وانصاف سے ہٹے ہوئے دنیادار مولویوں کا کام ہے۔ ورنہ عدل و انصاف کرنے والے علماء نے اس مسئلہ میں بھی ہماری تائید کی ہے۔ چنانچہ حنفی مذہب کے زبردست مؤید علامہ محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری جز ۵ ص۲۷۹ پر لکھتے ہیں: اِحْتَجَّ الشَّافِعِیُّ بِحَدِیْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَخْرَجَهٗ ابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ یَدَهٗ

الیُمنیٰ علیٰ یَدِہٖ الیُسریٰ علیٰ صَدرِہٖ" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دلیل لی ہے جسے ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے۔ حضرت وائلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھے۔"

صاحب ہدایہ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں جو روایت بیان کی ہے اُس پر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ھٰذَا قَوْلُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاِسْنَادُہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ صَحِیْحٍ (عمدۃ القاری جزء ۵ ص۲۷۹ مطبوعہ مصر) (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا) یہ حضرت علیؓ کا قول ہے اور اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح نہیں ہے۔"

پھر یہ حدیث پیغمبر تو ہے ہی نہیں، حضرت علیؓ کا بھی قول ہے یا نہیں۔ اِس پر علامہ عینیؒ جرح اور تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وَلٰکِنَّ الَّذِیْ رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ فِیْہِ مَقَالٌ لِاَنَّ فِیْ سَنَدِہٖ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ الْکُوْفِیِّ قَالَ اَحْمَدُ لَیْسَ بِشَیْءٍ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ (حوالہ مذکور) لیکن وہ قول جو حضرت علیؓ سے منقول کیا گیا ہے اُس میں کلام ہے۔ اس لئے کہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص بالکل نکما ہے اور منکر الحدیث (بات کرنے میں بڑا خراب) ہے۔" (ہو سکتا ہے حضرت علیؓ کے نام سے اسی نے یہ روایت گھڑ لی ہو) اس کے بعد علامہ عینیؒ نے ایک دو نہایت ہی ضعیف ثبوت نرم انداز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بیان کئے۔ مگر زور بیان سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل ہی میں ہے۔ ایک علامہ عینیؒ ہی نہیں بلکہ حنفی مذہب کی بڑی بڑی کتابوں میں اور بڑے بڑے فقہاء اور علماء کے بیان

میں خود آپ کے لئے بھی تعلیم موجود ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج حنفی شرح منیہ میں جو بیان کرتے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الثَّابِتَ مِنَ السُّنَّةِ وَضَعَ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ وَلَمْ يَثْبُتْ حَدِيْثٌ تَعْيِيْنِ الْمَحَلِ الَّذِىْ يَكُوْنُ فِيْهِ الْوَضْعُ مِنَ الْبَدَنِ اِلَّاحَدِيْثُ وَائِلٍ (ملخصا)	بے شک سُنّت سے ثابت ہے سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا مگر ابھی کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی جس کی رو سے بدن کے کسی خاص مقام پر ہاتھوں کا رکھنا واجب ہو سوائے وائل کی حدیث کے (جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی سُنّت کا بیان ہے)
(فتاویٰ ثنائیہ جلد اوّل)	

حنفی مسلک کی چوٹی کی کتاب ہدایہ کا اُردو ترجمہ عین الہدایہ جلد اوّل صفحہ ۳۵ میں ہے۔

"ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے"

ہدایہ عربی جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۸۰ کے حاشیہ ۱۷ پر یہ عبارت ہے ضَعِيْفٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت ضعیف ہے اور اس پر اماموں کا اتفاق ہے۔

ہدایہ اُردو بنام عین الہدایہ جلد اوّل صفحہ ۱۵ پر ہے۔

"سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث قوی ہے۔

شرح وقایہ اُردو صفحہ ۹۳ پر بھی یہی بیان موجود ہے۔

ہدایہ عربی جلد اول کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۸۶ کے حاشیہ نمبر ۲۲ پر یہ عبارت بھی آپ کی توجہ کے قابل ہے۔ اور یہ عبارت کٹر حنفی محشی کی ہے۔

هٰذَا تَعْلِيْلُهُ بِمُقَابِلَةِ حَدِيْثِ وَائِلٍ فَسَيُرَدُّ وَحَدِيْثُ عَلِيٍّ لَا يُعَارِضُهُ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ ضُعْفِهٖ

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو بیان کرنا بڑی ہیرا پھیری ہے حضرت وائلؓ کی حدیث کے مقابلے میں یہ مردود ہے۔ حضرت علیؓ والی روایت اس کے مقابل و معارض ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس روایت کا کمزور ہونا ہم نے خود بیان کر دیا ہے۔ "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں۔ وہ قولِ حضرت علیؓ ہے اور ضعیف ہے (دیکھو آپ کے مذہب کی کتاب شرح وقایہ اُردو ص۱۳)

ہدایہ عربی جلد اوّل ص۸۶ پر جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سنّت میں ہے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے۔ اسی کے نیچے بین السطور میں حنفی علماء نے لکھا اور چھپوایا ہے کہ لَا يُعْرَفُ مَرْفُوْعًا۔ یہ روایت مرفوع نہیں ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تک اس روایت کی سند نہیں پہنچتی۔

مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ ص۱۶۵ کے عربی حاشیہ ص۶ پر حضرت علیؓ والی روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر انھوں نے ایک روایت ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بیان کی ہے۔ لیکن یہ روایت بھی ابن ابی شیبہ کی ہے جسے آپ کے مسلکِ حنفی کی کتابوں میں تیسرے درجہ کی کتاب قرار دیا گیا ہے جسے صحیح کتابوں کے مقابلے میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ اس کے علاوہ اس روایت میں انقطاع بھی بعض محدثین بتلاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

نَعَمْ قَدْ ثَبَتَ فَوْقَ السُّرَّةِ عِنْدَ الصَّدْرِ فِيْ رِوَايَةِ أَحْمَدَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ وَبِهٖ

ہاں بے شک ناف کے اوپر سینے کے پاس ہاتھ باندھنا مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ سے

أَخَذَ الشَّافِعِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ وَأَخَذَ بِهِ أَصْحَابُنَا فِي حَقِّ النِّسَاءِ لِأَنَّ وَضْعَ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ أَسْتَرُ لَهُنَّ۔

ثابت ہے اور اسی حدیث کو امام شافعیؒ نے اختیار کیا اور ان کے ماننے والوں نے بھی۔ اور ہمارے حنفی اصحاب نے بھی اسی حدیث کو عورتوں کے بارے میں بھی لیا ہے کہ حنفی عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں کیونکہ سینے پر ہاتھ باندھنے میں ان کی پردہ پوشی زیادہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عورتوں کی پردہ پوشی تو ہے ہی۔ اگر مرد بھی سینے پر ہاتھ باندھتے تو ضعیف روایتوں پر عمل کرنے سے اُن کی بھی پردہ پوشی ہو جاتی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے زیادہ قریب ہو جاتے۔ یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ عورتوں اور مردوں میں تفریق کرنا محض بے دلیل ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے (مقدمہ عین الہدایہ جلد اوّل ص۱۱۱)

نتیجہ یہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات ضعیف ہیں جس کا اعتراف آپ کے مذہب کی کتابوں میں اور فقہاء کرام کی زبانی ہوا ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث صحیح ہیں اس کا بیان بھی کتبِ فقہ میں ہے اور فقہاء کرام نے بھی اسی کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں صحیح پر عمل کرنے والوں کو غلط بتانا اور نفرت پھیلانا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ گلے مل جانا اور محبت سے پیش آنا ہی مسلمانوں کا کام ہے۔

دُعاءِ استفتاح

اب تک آپ کو یہ معلوم ہوا کہ پروردگار کے سامنے

باوضو قبلہ رو کھڑے ہو کر صرف دل میں نیت کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے سینے پر اس طرح ہاتھ باندھیں کہ سیدھا ہاتھ اُلٹے ہاتھ پر رہے پھر یہ دُعا پڑھیں :-

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ (بخاری شریف)

ترجمہ : اے میرے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان رکھی ہے۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسا سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے مولیٰ میری خطاؤں کو پانی سے اور برف سے اور اولوں سے دھو دے۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے گناہوں سے اچھی طرح پاک کر دے۔ سبحان اللہ! اگر حضورِ قلب اور خشوع و خضوع سے یہ دُعا پڑھی جائے اور قبول ہو جائے تو بیڑا پار ہے۔

بخاری شریف جلد اوّل پارہ ۳ ص۱۰۳ پر یہ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں :

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْکَاتُکَ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاۃِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الخ

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان آپ خاموش رہتے ہیں تو اس میں آپ کیا کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ الخ پڑھتا ہوں۔

(آپؐ نے مذکورہ بالا پوری دُعا پڑھ کر سُنائی) یہ دُعا ابن ماجہ ص۵۹ اور ابو داؤد جلد اوّل ص۱۲۰ پر بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ترمذی شریف عربی ص۶۲ پر دُعاء استفتاح اس طرح سے بھی ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ (ترجمہ: اے پروردگار! میں تیری تسبیح بیان کرتا ہوں اور تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہوں۔ تیرا نام بہت برکت والا ہے۔ تیری بزرگی بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ دُعا ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ اس کی سند میں علی بن علی ہیں جن کے بارے میں فن رجال کے امام یحیٰی بن سعید قطانؒ نے جرح کی ہے۔ اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ہی نہیں۔ دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے لیکن اس کی سند میں ایک راوی حارثہ حارثہ بن ابی الرجال ہے جس کی یادداشت اور حافظہ کمزور تھا (دیکھو ترمذی شریف عربی ص۶۲) سنن ابی داؤد میں بھی یہ حدیث ہے لیکن انھوں نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے (ترمذی ص۶۲ کا حاشیہ ص۵)

مسلم شریف میں بھی ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُم زور سے اونچی آواز میں پڑھتے تھے۔ حضرت امام مسلمؒ نے خود اِس حدیث کو اُس حدیث سے رد کیا ہے جس میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن سے آواز بلند کرتے تھے۔ اسی لئے امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم جلد۱ ص۱۷۲ میں بیان کیا ہے کہ اس روایت کی سند میں ابو لبابہ ایک راوی ہے اُس نے حضرت عمرؓ سے نہیں سُنا۔ اس کا سماع خلیفہ دوم سے ثابت ہی نہیں ہے۔ یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ والی روایت منقطع ہے اور صحیح کے خلاف بھی ہے (اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ کی طرح امام مسلمؒ نے بھی اس کو رد کیا ہے۔

امام بیہقیؒ نے اس دُعا سُبحانک اللّٰھم کو حضرت انس، حضرت عائشہ، ابو سعید خدری جابر، عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے اور امام دار قطنی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن منصور نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی لئے امام تورپشتیؒ کہتے ہیں کہ یہ دُعا والی حدیث بہت سے طریقوں سے روایت کئے جانے سے حسن کے درجے تک پہنچ گئی (دیکھو ترمذی ص۶۲ کا حاشیہ ۵)

اس لئے سُبحانک اللّٰھمّ والی دُعا کو کوئی پڑھ لے تو مضائقہ نہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ مضبوط اور بے داغ روایت صحیح بخاری شریف میں اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ الخ پڑھنے ہی کی ہے۔ اس لئے نمازی اِس دُعا کو یاد کر کے نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھا کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ حنفی مذہب کے فقہاء نے بھی اس کی تائید کی ہے چنانچہ شرح وقایہ اُردو ص۹۴ میں حنفی مذہب کے زبردست مجتہد، محقق اور مؤید علامہ کمال ابن الہمامؒ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ "بجائے سُبحانک اللّٰھمّ کے اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ الخ پڑھنا زیادہ صحیح ہے"

تعوذ

یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ــــ اور یہ دُعا استفتاح کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ مُسند احمد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰ پڑھا تھا (تفسیر ابن کثیر پہلا پارہ اعوذ باللہ کی تفسیر میں) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی رحمہم اللہ علیہما کہتے ہیں کہ اگر نمازی اَعُوْذُ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہہ لے تو کافی ہوگا (ہدایہ عربی ص۹۳۔ شرح وقایہ عربی ص۱۶۵)

قرآن مجید میں ہے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(سورۂ نحل) جب قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ شیطان مردود سے چاہ لیا کرو۔ اس آیت کے مدنظر امام ابوحنیفہؒ کے استاذ امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کبھی قرآن پڑھے تو اعوذ باللہ ضرور پڑھے خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ لیکن اکثر علماءِ اُمت کہتے ہیں کہ اعوذ پڑھنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ فرض نماز میں اعوذ باللہ نہ پڑھے (تفسیر ابن کثیر، تفسیر اعوذ باللہ) ہم امام مالکؒ کی جلالتِ شان کے قائل ہیں لیکن پھر بھی اُن کی یہ بات نہیں مانتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعوذ باللہ ہمیشہ پڑھا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اعوذ باللہ پہلی رکعت میں پڑھنا سُنت سے ثابت ہے۔ ہر نماز میں خواہ جہری ہو یا سری، امام ہو یا مقتدی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ پڑھے۔ جمہور علماءِ اُمت کا عمل ایسا ہی ہے۔

تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ یہ اعوذ باللہ کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ اگر سری نماز مثلاً ظہر یا عصر ہے تو امام و مقتدی سبھی اعوذ باللہ اور بسم اللہ بقیہ قرأت کی طرح آہستہ ہی پڑھیں اور اگر جہری نماز ہے تو مقتدی اور قرأت کی طرح تعوذ و تسمیہ آہستہ ہی پڑھیں مگر امام کے بارے میں صرف بسم اللہ پڑھنے میں آہستہ اور بلند آواز دونوں طرح سے پڑھنے کی حدیثیں ہیں۔ امام حاکم، خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن عبدالبر وغیرہ نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی روایات بیان کی ہیں۔ امام ابو داؤد نے بھی اپنی مراسیل میں سعید بن جبیر کی مرسل روایت بیان کی ہے مگر یہ تمام روائتیں ضعف و جرح سے خالی نہیں ہیں۔ ان احادیث کی سند میں کوئی راوی کذاب ہے تو کوئی متروک الحدیث ہے یا کسی اور طرح سے مجروح ہے (دیکھو عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ص۱۶۷ مولانا عبدالحیؒ)

امام ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تفسیر میں بسم اللہ کے بیان میں ان روایتوں کو صحیح کے خلاف ہونے کا اشارہ کیا ہے اور ان کے ضعیف ہونے کا بھی اقرار کیا ہے۔ اتنی بہت سی ضعیف اور سنداً مجروح احادیث کی موجودگی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حسن کے درجہ تک یہ احادیث پہنچ جاتی ہیں لیکن ٹھوس اور مضبوط حدیثیں بسم اللہ آہستہ پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں۔

مسلم شریف کی یہ حدیث قیام کی ابتداء میں گزر چکی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے اور قرأت کو الحمد سے شروع کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَکَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا یَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِیْ اَوَّلِ قِرَأَۃٍ وَّلَا فِیْ اٰخِرِہٖ۔ (مسلم شریف جلد اول ص۱۷۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو یہ سب الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔ نہ اس سورت کے شروع میں اور نہ آخر میں۔

دونوں طرح کی حدیثوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ کبھی جہر سے امام پڑھ لے تو صحیح ہے یا یوں بھی ہو سکتی ہے کہ عام قرأت سے ہلکی آواز میں بسم اللہ پڑھ لے بہرحال جو جہر سے بسم اللہ پڑھے اس کا انکار نہ کیا جائے کیونکہ بسم اللہ جہر سے پڑھنے کی روایات کے ساتھ ساتھ چند صحابہؓ کا عمل بھی ملتا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ، ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر رضی اللہ عنہم جہر سے بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے (ترمذی ص۳۴) لیکن جو امام زور سے بسم اللہ پڑھتا ہو اُسے یہ اکڑ بھی نہ دکھانی چاہیئے کہ وہی صحیح کام کر رہا ہے اور دوسرے غلط ہیں کیونکہ بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے دلائل بہت زوردار ہیں۔ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں عام اصحاب نبیؐ اور تمام تابعین اور تبع تابعین الحمد سے آواز بلند کرتے تھے (ترمذی ص۳۳) ائمہ و فقہاء اور اکثر اہل الحدیث نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

---

[1] بعض حضرات اس کی صحت کے بھی قائل ہیں۔ واللہ اعلم

سورۃ الفاتحہ کا بیان

دعاء استفتاح اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد سورۃ فاتحہ ہر نماز میں ہر رکعت میں اور ہر حالت میں امام، مقتدی اور منفرد کو پڑھ لینی ضروری ہے۔ ورنہ نماز بے کار ہو جائے گی اور یہ بات صحیح حدیثوں سے اور فقہ حنفی کی کتابوں اور حنفی فقہاء علماء اور مشائخ کے فیصلوں، فتووں اور عمل سے ثابت ہے۔ خود صاحب مسلک سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں سے بھی ثابت ہے۔ اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کے جو دلائل ہیں وہ نہایت کمزور ہیں۔

ہمارے ہسور والے حنفی بھائیوں نے اس بات کو اور اس پر عمل کرنے والوں کو اتنا قابل نفرت جانا کہ ہمارے خلاف جو رسالہ نکالا ہے اس میں بھی سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں مدلل رسالہ چھاپیں گے۔ اب تک وہ رسالہ منظر عام پر نہیں آیا۔ لیجئے میں ہی اس کے بارے حدیثوں سے اور آپ کے مسلک کی کتابوں اور فقہاء کرام کی تصریحات سے ثبوت پیش کئے دیتا ہوں۔ پھر آپ کی جو طبیعت چاہے کیجئے۔

احادیث سے ثبوت

۱۔ صحیح بخاری شریف مطبوعہ نور محمد کراچی جلد اول پارہ ۳ صفحہ ۱۰۴ اور مسلم شریف مطبوعہ رشیدیہ دہلی جلد اول صفحہ ۱۶۹ اور ترمذی شریف مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ صفحہ ۴۳ اور ابو داؤد شریف مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد اول صفحہ ۱۲۶ اور ابن ماجہ شریف مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۶۰ اور امام بخاری

کی جزء القرأۃ مطبوعہ فاروقی دہلی صـ۲ اور بیہقی کتاب القرأۃ صـ۸ اور مشکوٰۃ شریف جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ کے باب القرأۃ فی الصلوٰۃ کی پہلی فصل کی پہلی حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی ۔

۲۔ مسلم شریف جلد اوّل صـ۱۶۹ اور ابوداؤد شریف جلد اوّل صـ۱۲۱ اور ابن ماجہ صـ۶۱ اور موطا مع کشف المغطاء صـ۵۶ اور مشکوٰۃ باب القرأۃ کی پہلی فصل کی دوسری حدیث اور جزء القرأۃ بخاری صـ۲ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَّمْ یَقْرَأْ فِیْھَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَھِیَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَیْرُ تَمَامٍ فَقِیْلَ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اِنَّا نَکُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِھَا فِیْ نَفْسِکَ (مختصرًا)	جو شخص نماز پڑھے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے ۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں ۔ تو انھوں نے کہا کہ آہستہ سے سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو ۔

۳۔ ابوداؤد جلد اوّل صـ۱۲۶ پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ۔

کُنَّا خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَثَقُلَتْ عَلَیْہِ الْقِرَاءَۃُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ	ایک مرتبہ ہم فجر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ آپ پر قرآن کا پڑھنا مشکل ہوگیا ۔ جب آپ نماز

اِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ يَقْرَأْ بِهَا

سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھو۔ کیونکہ جو شخص اس کو نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۴۔ ابوداؤد صـ۱۲۶ پر دوسری سند سے اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وَاَنَا اَقُوْلُ مَالِيْ يُنَازَعُنِيْ الْقُرْاٰنُ فَلَا تَقْرَؤُا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ قرآن مجھ سے چھینا جا رہا ہے۔ جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو تم لوگ سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو۔

۵۔ ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی پریس دہلی کے صـ۶۱ پر یہ روایت بھی ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلٰوةٍ لَّا يُقْرَأُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے وہ نماز ناقص ہے۔

۶۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَمَّنْ شَهِدَ ذَاكَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ اَتَقْرَؤُنَ وَالْاِمَامُ يَقْرَأُ

حضرت محمد بن ابی عائشہ اُن صحابی سے جو اس موقع پر حاضر تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا

قَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ یَقْرَأَ اَحَدُکُمْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فِیْ نَفْسِہٖ (جزء القراۃ بخاری ص۹) کیا امام کی قرأت کے ساتھ تم بھی قرأت کرتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ایسا مت کرو۔ مگر اتنا کرو کہ تم میں سے ہر ایک سورۂ فاتحہ آہستہ سے پڑھ لے۔

۷۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

"سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں حضرت انسؓ سے مسلم و ترمذی میں اور حضرت قتادہؓ سے ابوداؤد اور نسائی میں اور عبداللہ بن عمرؓ سے ابن ماجہ میں اور ابوسعیدؓ سے احمد، ابی داؤد اور ابن ماجہ میں اور ابوالدرداءؓ سے نسائی اور ابن ماجہ میں اور حضرت جابرؓ سے ابن ماجہ میں، حضرت علیؓ سے بیہقی میں اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے حدیثیں روایت کی گئی ہیں اور مذکورہ حدیث حضرت عبادہؓ والی حدیث سورۂ فاتحہ کے متعین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز کافی نہیں ہے۔ اور یہی مذہب ہے امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء صحابہؓ کا اور تابعین کا اور ان کے بعد والوں کا" (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار عربی جلد دوم ص۲۱۰ مطبوعہ مصر)

امام بخاریؒ کا دعویٰ

ان کے علاوہ بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کی احادیث کثرت کے ساتھ آتی ہیں۔ چنانچہ ابنِ حبان، طبرانی معجم صغیر، ابویعلی، بیہقی، طحاوی اور جزء القراءت بخاری میں بکثرت اسناد سے یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ اسی لئے سورۂ فاتحہ کا درجہ متواتر حدیث کا ہے۔ "متواتر" حدیث کا درجہ صحیح حدیثوں میں سب سے اونچا مانا گیا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ متواتر حدیثیں

نایاب ہیں لیکن سلطان المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی حدیث متواتر ہے۔ چنانچہ جزأ ۃ بخاری صفحہ ۲ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث متواتر سند سے آتی ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔

اور ثبوت میں دنیا کے سامنے جزء القرأۃ لکھ کر پیش کر دی۔

سورۃ فاتحہ شرط نماز اور رکن نماز ہے

اس کے آگے امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ وَلَمْ يَقُلْ لَا يُجْزِئُ قِيْلَ لَهُ إِنَّ الْخَبَرَ إِذَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحُكْمُهُ عَلَى اسْمِهِ وَعَلَى الْجُمْلَةِ حَتّٰى يَجِيْئَ ثَبْتًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا صَلٰوةَ فرمایا یعنی نماز ہی نہیں ہوتی لَا يُجْزِئُ نہیں فرمایا یعنی ناکافی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حدیث نبوی آجائے تو اُس کا حکم پورے نام پر ہوتا ہے اور تمام چیزوں پر۔ یہاں تک کہ آپ ہی کے بیان سے کچھ اور ثابت نہ ہو جائے (مطلب یہ ہے کہ قیام تو قیام اس کا تو رکوع سجدہ وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی ہو۔)

امام شوکانی رحمہ اللہ کی تصریح

امام شوکانی رحمہ اللہ نے یہی بات بہت ہی باریکی سے سمجھائی ہے۔ لکھتے ہیں :

اَلنَّفْيُ لِكَوْنِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى الذَّاتِ إِنْ

یہ جو نفی ہے (یعنی نماز نہیں ہوتی) اگر ممکن ہو

أَمْكَنَ انْتِفَاءُهَا وَإِلَّا تَوَجَّهَ مَا هُوَ أَقْرَبُ إِلَى الذَّاتِ وَهُوَ الصِّحَّةُ لَا إِلَى الْكَمَالِ لِأَنَّ الصِّحَّةَ أَقْرَبُ الْمَجَازَيْنِ وَالْكَمَالُ أَبْعَدُهُمَا وَالْحَمْلُ عَلَى أَقْرَبِ الْمَجَازَيْنِ وَاجِبٌ

(نیل الاوطار جلد دوم ص۲۱)

یہ جو نفی ہے (یعنی نماز نہیں ہوتی) اگر ممکن ہے ہو تو ذات نماز پر ہی پڑے گی۔ ورنہ ذات سے قریب تر چیز پر وہ نفی آئے گی۔ اور ذات سے قریب تر صحت نماز ہے۔ نفی کمال نماز پر نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ دو مجازوں میں سے ذات نماز سے صحت نماز قریب تر ہے۔ کمال نماز تو دور کی چیز ہے۔ اور جو قریب تر ہو نفی اسی کی واجب ہوگی۔

اور یہاں تو حدیثوں میں ذات نماز ہی کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی۔ یا صحت کی نفی تو کم سے کم ہے ہی۔ دونوں صورتوں میں نماز باطل ہے۔ امام بخاریؒ اور امام شوکانیؒ نے اسی لئے رکوع کی رکعت کو نہیں مانا۔ حضرت عائشہؓ اور ابوہریرہؓ اور دیگر کئی صحابہؓ نے بھی نہیں مانا۔ کیونکہ بغیر سورۂ فاتحہ کے وہ قیام ہی اور وہ رکعت ہی نہیں بلکہ پوری نماز بے کار ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی رکوع کے رکعت کے دلائل زیادہ زوردار نہیں ہیں۔ اس صورت میں لَا صَلٰوۃَ میں لا نفی کمال نہیں لا نفی ذات ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا بیان

قَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِالصَّلٰوةِ مَعْنَاهَا الشَّرْعِيُّ (ایضاً) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ سے شرعی نماز مراد ہے (جس میں رکوع سجدہ اور التحیات وغیرہ سب شامل ہیں۔ پس سورۂ فاتحہ کے بغیر یہ سب چیزیں ناقص ہو جاتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا بیان

اور حد اول ہم وہ چیزیں داخل ہیں جن

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنیت کے لفظ سے بیان فرمایا جیسے آپ نے فرمایا
لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ بغیر فاتحۃ الکتاب کے نماز نہیں ہوتی (دیکھو آیات اللہ الکاملہ
اُردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ لاہور ص۲۰۷)

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کا بیان

۱۲

فَاِنَّ قِرَاْءَتَھَا فَرِیْضَۃٌ وَھِیَ
رُکْنٌ تَبْطُلُ الصَّلٰوۃُ بِتَرْکِھَا (غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ص۴۷ ومطبوعہ دہلی ص۵۳) سورۂ فاتحہ
پڑھنا فرض ہے اور یہ رُکن ہے۔ اس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔
اِن تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر حالت میں پڑھی جانے والی نماز
کے لئے شرط ہے اور نماز کا رُکن ہے۔ اور کسی بھی فریضے کے رُکن یا شرط کو چھوڑ دیں
تو اہلِ اسلام کے کسی بھی فرقے کے نزدیک وہ فریضہ سرے سے ادا ہی نہیں ہو گا۔

اِس سُنّتِ مُطہّرہ کو گلے لگانے والوں کا ذکرِ خیر

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار جلد دوم ص۲۱۱ میں لکھتے ہیں۔

رَدَّ کَثِیْرٌ مِّنَ السُّنَّۃِ الْمُطَھَّرَۃِ بِلَا بُرْھَانٍ وَّلَا حُجَّۃٍ نَیِّرَۃٍ فَکَمْ مَّوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ یَقُوْلُ فِیْہِ الشَّارِعُ لَا یُجْزِئُ کَذَا لَا یُقْبَلُ کَذَا وَیَقُوْلُ الْمُتَمَسِّکُوْنَ بِھٰذَا الرَّاْیِ یُجْزِئُ وَیُقْبَلُ وَیَصِحُّ وَلِمِثْلِ ھٰذَا حَذَّرَ السَّلَفُ مِنْ

بہت سے لوگوں نے سُنّتِ مطہرہ کو بغیر دلیل اور بغیر کسی روشن حجت کے رد کر دیا ہے کتنے ایسے موقعے ہیں جہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا کہ یہ بات ناکافی ہے وہ بات نا مقبول ہے۔ اور رائے فاسد پر چلنے والوں نے (نبیؐ کے برخلاف) کہا کہ یہ کافی ہے اور یہ قابلِ قبول

اَهْلِ الرَّأْيِ۔ ہے اور یہ کام صحیح ہے۔ اس طرح پیغمبرؐ کے خلاف باتوں میں سلف صالحین اہل رائے سے بچ کر چلے ہیں۔

اِس مسئلے میں اہلِ رائے سے بچ کر چلنے والے اور سُنّت نبویؐ کے مطابق عمل کرنے اور فتویٰ دینے والے خود حنفی مذہب میں اتنے ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ ان میں سے جو حضرات علم و عمل کے درخشاں ستارے تھے۔ اللہ کے دُلارے اور پیارے تھے، ولایت و کرامت کے چاند سورج بن کر چمکے حنفی ہونے کے باوجود سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق ان کا عمل اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ اور اللہ توفیق دے تو آپ بھی اسی طرح عمل کیجئے۔

۱۵۔ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور اپنے معتقدین کو پڑھنے کے لئے فرماتے تھے۔ مولانا سید عبدالحی حنفی ندوی ”نزہۃ الخواطر“ ط۲ ۱۲۶ میں لکھتے ہیں:

قَالَ الْكِرْمَانِيُّ فِي سِيَرِ الْعُلَمَاءِ اِنَّهٗ كَانَ حَنَفِيًّا وَلٰكِنَّهٗ يُجَوِّزُ بِالْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي نَفْسِهٖ فَعَرَضَ عَلَيْهِ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ بِمَا رُوِيَ اِنْ يَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ فِي فِيْهِ جَمْرَةٌ فَقَالَ صَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِالْفَاتِحَةِ

علامہ کرمانیؒ نے کتاب سیر العلماء میں لکھا ہے کہ خواجہ نظام الدینؒ حنفی تھے پھر بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کو (اپنے معتقدین کے لئے) تجویز کرتے تھے اور خود بھی امام کے پیچھے آہستہ پڑھتے تھے آپ کے کچھ ساتھیوں نے وہ (من گھڑت) روایت پیش کی کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کے منہ میں انگارا ہوگا۔ خواجہ صاحب نے جواب

اَلْکِتَابِ فَالْحَدِیْثُ الْاَوَّلُ مُشْعِرٌ بِالْوَعِیْدِ وَالثَّانِیْ بِبُطْلَانِ الصَّلٰوۃِ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِالْفَاتِحَۃِ وَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَحْتَمِلَ الْوَعِیْدَ وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ یَبْطُلَ صَلٰوتِیْ۔

دیا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ پہلی حدیث میں اشارہ ہے وعید کی طرف اور دوسری حدیث میں ہے کہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز ہی باطل ہو جاتی ہے اور میں وعید کو برداشت کر لینا پسند کرتا ہوں لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری نماز ہی باطل ہو جائے واللہ اکبر۔ عبرت کی جگہ ہے۔

نوٹ:۔ سورۃ فاتحہ نماز میں نہ پڑھنے کے لئے بعض جھوٹے راویوں نے یہ روایت گھڑلی ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے میں منہ میں انگارا رکھا جائے گا۔ خواجہ صاحب نے اس بے سند اور من گھڑت روایت کو بڑی حکمت سے ٹال دیا اور صحیح روایت کے مطابق عمل کیا۔ فقہ حنفی میں موضوع یعنی من گھڑت روایت پر عمل کرنا حرام ہے اور دلیل میں بیان کرنا بھی حرام ہے۔ (غایۃ الاوطار جلد اول صفحہ ۶۰ اور عین الہدایہ جلد اول صفحہ ۱۱)

۱۶۔ شاہ ولی اللہ کے والد علامہ شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

آپ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور منہ میں انگارے والی موضوع روایت کو بڑی لطافت سے رد کرتے ہوئے فرماتے تھے۔

لَوْ کَانَ فِیْ فَمِیْ جَمْرَۃٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یُّقَالَ لَا صَلٰوۃَ لَکَ (دیکھو امام الکلام صفحہ ۲۰)

اگر قیامت کے دن میرے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ دیا جائے تو بہتر ہے اس بات سے کہ کہہ دیا جائے تیری نماز نہیں ہوئی۔

۱۷۔ "شاہ عبدالرحیمؒ امام کی اقتدا میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور نماز جنازہ

میں بھی" (انفاس العارفین فارسی ص۷۹)
یاد رہے کہ شاہ عبدالرحیم حنفی تھے اور "فتاویٰ عالمگیری" لکھنے والوں میں سے ہیں۔

۱۸۔ شارح بخاری علامہ محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

وَبَعْضُ اَصْحَابِنَا اسْتَحْسَنُوْا ذَالِكَ عَلٰی سَبِيْلِ الْاِحْتِيَاطِ فِیْ جَمِيْعِ الصَّلَوَاتِ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد۳ ص۹)

نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو احتیاطاً مستحسن یعنی بہتر سمجھتے تھے (جس عمل کو وہ بہتر جانتے تھے۔ آپ اس کو برا کہیں یہ کتنی بے احتیاطی ہے۔)

۱۹۔ خواجہ خواجگان مخدوم جہانیاں جہاں گشت حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

كَانَ يُجَوِّزُ الْقِرْأَةَ خَلْفَ الْاِمَامِ كَمَا فِیْ جَامِعِ الْعُلُوْمِ وَكَانَ يُجَوِّزُ صَلٰوةَ الْغَائِبِ مِنَ الْمَوْتٰی كَمَا فِی الْخِزَانَةِ (نزہۃ الخواطر ص۲۹)

جیسا کہ کتاب جامع العلوم میں ہے کہ خواجہ صاحب امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو اپنے معتقدین کو فرماتے تھے اور نماز جنازہ غائبانہ بھی تجویز فرماتے تھے

۲۰۔ محشی بخاری علامہ سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

فَالْحَقُّ اَنَّ الْحَدِيْثَ يُفِيْدُ بُطْلَانَ الصَّلٰوةِ اِذْ لَمْ يُقْرَأْ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَعَادَ الْحَدِيْثُ نَفْیَ الْوُجُوْدِ الشَّرْعِیِّ لِلصَّلٰوةِ

اور حق یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز باطل ہے۔ پس وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ

اَلَّتِیْ لَمْ یُقْرَأْ فِیْهَا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَهُوَ عَیْنُ نَفْیِ الصِّحَّةِ
(حاشیہ سندھی بر بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۵)

پڑھی جائے اس حدیث کی رو سے اس نماز کا وجودِ شرعی ختم ہو جاتا ہے اور وجودِ شرعی کا ختم ہو جانا عین صحتِ نماز کے ختم ہو جانے کی دلیل ہے۔

۲۱۔ امام ربّانی مجدِّد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور اس کو مستحسن سمجھتے تھے۔

(زبدۃ المقامات صفحہ ۲۰۹)

۲۲۔ حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

"اور فجر کی نماز میں اور مغرب اور عشاء کی دو پہلی رکعت میں امام قرآن کو آواز سے پڑھے اور مقتدی کو واجب ہے کہ چپ کھڑا رہے اور قرآن کو سنتا رہے۔ پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اُس وقت وہ پڑھ لیا کرے اور اگر آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے۔ اگر مقتدی پڑھے تو سورۂ فاتحہ کو پڑھ لے۔ مگر اس طرح سے پڑھے کہ امام اس کے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جائے اور میرے نزدیک سب سے بہتر یہی قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق اس کے مطابق ہو سکتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ اُردو بنام آیات اللہ الکاملہ صفحہ ۲۱۴)

یاد رہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب حنفی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

۲۳۔ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

"جسے شیخ اکمل شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور

وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے اور صحابہ کرام بھی اقتدا کر رہے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کے بعد سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى بلائی تو صحابہؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں پڑھنا شروع کر دی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قِرَاءَةُ الْإِمَامِ قِرَاءَةٌ لَّهُ۔ یہاں سے صاف ہوا کہ مذکورہ آیت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھی جانے والی سورۃ کے پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے نہ کہ فاتحہ سے۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ صحابہ کرام ہمیشہ آپ کی متابعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے کبھی منع نہیں فرمایا۔ پس ضروری ہے کہ جملہ مفسرین اور محدثین کی اتباع کرتے ہوئے مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے اس کا عمل صحیح حدیث کے خلاف ہوگا۔ باقی رہا امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ اُن تک یہ حدیث صحیح سند سے نہ پہنچی ہو۔ مگر بہر حال جب سینکڑوں نہیں بلکہ ہزارہا علماء محققین مثلاً امام بخاریؒ، امام مسلم وغیرہم کے نزدیک یہ حدیث صحیح ثابت ہو چکی ہے تو سورۂ فاتحہ کا ترک کرنا قابل ملامت اور مستوجب لعن ہوگا۔ فقط دیکھو فتاویٰ خاندانِ ولی اللہ مطبوعہ ۱۹۲۸)

۲۴۔ شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

آپ اپنی کتاب تنویر العینین صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:۔

لٰكِنْ أَظْهَرُ بَعْدَ التَّأَمُّلِ فِي الدَّلَائِلِ إِنَّ الْقِرَاءَةَ أَوْلٰى مِنْ تَرْكِهَا۔

یعنی دلائل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ (امام کے پیچھے) نہ پڑھنے سے پڑھنا بہتر

۲۵۔ ملا جیون حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا گراں قدر بیان

فَاِنْ رَأَيْتَ الطَّائِفَةَ الصُّوفِيَّةَ وَالْمَشَائِخِيْنَ الْحَنَفِيَّةَ تَرَاهُمْ يَسْتَحْسِنُوْنَ قِرَأَةَ الْفَاتِحَةِ لِلْمُؤْتَمِّ كَمَا اسْتَحْسَنَهُ مُحَمَّدٌ اَيْضًا اِحْتِيَاطًا فِيْمَا رُوِيَ۔ (تفسیر احمدی)

صوفیاء کرام اور حنفی مذہب کے بڑے بڑے بزرگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ سبھی مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو اچھا جانتے تھے۔ جیسا کہ امام محمدؒ نے مستحسن سمجھا ہے۔ اس کا احتیاطاً پڑھ لینا ان سے روایت کیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ حنفی مذہب کی درسی کتاب نور الانوار کے مصنف اور بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاذ ہیں۔

۲۶۔ مرزا حسن علی حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے۔ بلکہ آپ نے حنفی مذہب کی کتابوں سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے ثبوت میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے (مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد اول ص۲۱۹)

۲۷۔ مرزا مظہر جان جاناں حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور وہ خود بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے (حوالہ مذکور)

۲۸۔ شیخ حسن حنفی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے اور امام کے پیچھے خود بھی سورہ فاتحہ کے عامل تھے۔ (انفاس العارفین ص۱۸۹)

۲۹۔ شاہ شمس الدینؒ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

(کتاب تقصار ص۱۱۳)

۳۰۔ امام اعظمؒ کے شاگرد ابوحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ

حنفی فقہ کی کتاب کفایہ میں امام محمدؒ اور امام ابوحفصؒ سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا بغیر کراہت کے نقل کیا گیا ہے (امام الکلام ص۲۱)

۳۱۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

حنفی مذہب کی سب سے بڑی کتاب اور سب سے معتبر کتاب ہدایہ اول ص۱۰۱ پر ہے
وَیُسْتَحْسَنُ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِحْتِیَاطِ فِیْمَا یُرْوٰی عَنْ مُحَمَّدٍ۔ یعنی مقتدی کیلئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھ لینا مستحسن ہے احتیاط کے طور پر جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔

۳۲۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے شاگرد عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی شریف ص۶۳ پر لکھتے ہیں :۔
قَالُوْا لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃٌ اِلَّا بِقِرَاءَۃِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَبِہٖ یَقُوْلُ ابْنُ الْمُبَارَکِ وَ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اکثر اہل علم اصحاب نبیؐ وغیرہم کہتے ہیں کہ بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز ناکافی ہے۔ ایسا ہی ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰقؒ کہتے ہیں۔

۳۳۔ دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

مولانا مرحوم اپنی کتاب فصل الخطاب میں فرماتے ہیں :۔

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ خلف الامام سے منع نہیں کیا ہے اگرچہ فاتحہ کا نہ پڑھنا اُن کا معمول بہ ہے۔"

(اتنے بیان ہسوروالے بھائیوں کے لئے کافی ہیں لیکن ابھی اور ملاحظہ فرمائیں)

۳۴۔ صاحب مسلک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمُحَمَّدٍ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا عَدَمُ وُجُوْبِهَا عَلَی الْمَاْمُوْمِ بَلْ وَلَا تُسَنُّ وَهٰذَا قَوْلُهُمَا الْقَدِیْمُ اَدْخَلَهٗ مُحَمَّدٌ فِیْ تَصَانِیْفِهِ الْقَدِیْمَةِ وَانْتَشَرَ النُّسَخُ اِلَی الْاَطْرَافِ وَثَانِیْهِمَا اسْتِحْسَانُهَا عَلٰی سَبِیْلِ الْاِحْتِیَاطِ وَعَدَمُ کَرَاهَتِهَا عِنْدَ الْمُخَافَتَةِ لِلْحَدِیْثِ الْمَرْفُوْعِ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَا تَقْرَءُوْا اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَقَالَ عَطَاءٌ کَانُوْا یَرَوْنَ عَلَی الْمَاْمُوْمِ الْقِرَاءَةَ فِیْمَا یَجْهَرُ فِیْهِ الْاِمَامُ وَفِیْمَا یُسِرُّ فَرَجَعَا مِنْ قَوْلِهِمَا الْاَوَّلِ اِلَی الثَّانِیْ اِحْتِیَاطًا۔ (غیث الغمام حاشیہ امام الکلام)

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے اس مسئلے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ مقتدی پر الحمد شریف پڑھنی واجب ہے نہ سُنّت۔ اور یہ ان کا پہلا قول ہے جسے امام محمدؒ نے اپنی تصنیفات میں داخل کیا۔ اور اس کے نسخے چاروں طرف پھیل گئے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی کو احتیاطاً امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لینا اچھا ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں (اور یہ دوسرا قول) اس صحیح حدیث کی وجہ سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھا کرو۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میں بلند آواز سے پڑھوں تو سورۂ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھو

علماء نے کہا کہ صحابہ کرام مقتدی کے لئے سری اور جہری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اس حدیث کی بنا پر ابو حنیفہؒ اور محمدؒ نے احتیاطاً اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا یعنی آخری قول ان دونوں کا یہی ہے کہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھے۔

۳۵۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مذہب

حنفی مذہب کے بہت سے بزرگ مشائخ کا مسلک

علامہ عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مستند بیان ملاحظہ فرمائیے :۔

رُوِیَ عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّہٗ اسْتَحْسَنَ قِرَاءَۃَ الْفَاتِحَۃِ لِلْمُؤْتَمِّ فِی السِّرِّیَّۃِ وَمِثْلُہٗ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ صَرَّحَ بِہٖ فِی الْھِدَایَۃِ وَالْمُجْتَبٰی شَرْحِ مُخْتَصَرِ الْقُدُوْرِیْ وَغَیْرِھِمَا وَھٰذَا ھُوَ مُخْتَارُ کَثِیْرٍ مِّنْ مَشَائِخِنَا وَعَلٰی ھٰذَا فَلَا یُنْکَرُ اسْتِحْسَانُھَا فِی الْجَھْرِیَّۃِ اَثْنَاءَ سَکْتَاتِ الْاِمَامِ بِشَرْطِ اَنْ لَّا یُخِلَّ بِالسِّمَاعِ۔

(حنفی مذہب کی کتاب شرح وقایہ بر عمدۃ الرعایہ ص۱۶۸)

امام محمدؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے سری نماز میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا بہتر سمجھا ہے اور اسی طرح امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہے چنانچہ (حنفی مذہب کی سب سے بڑی کتاب) ہدایہ اور مجتبیٰ شرح مختصر قدوری وغیرہ میں اس بات کا صاف بیان موجود ہے اور ہمارے حنفی مسلک کے بہت سے بزرگ مشائخ کا اختیار کردہ مذہب یہی ہے پس اسی بنا پر جہری نمازوں میں بھی امام کے سکتات میں قرأۃ فاتحہ بہتر ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا بشرطیکہ امام کی قرأت سننے میں خلل نہ ہو۔

مسور والے بھائیوں سے عرض ہے کہ اب آپ کس کی مخالفت کریں گے؟

. . . .

۳۶۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَرَجَعَا مِنْ قَوْلِهِمَا الْاَوَّلِ اِلَی الثَّانِیْ اِحْتِیَاطًا۔ (غیث الغمام مع امام الکلام ص۱۵۶)

امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ دونوں نے اپنے پہلے قول (نہ پڑھنے) سے احتیاطاً رجوع کر لیا سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قول کی طرف۔

نوٹ:۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی حدیث نہ پہنچی ہو۔ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کا معمول بہ تھا تو یہ ان دونوں بزرگوں نے امام صاحب کی اوّل زندگی کے بارے میں لکھا ہے لیکن آخر میں حدیث کے مطابق آپ نے اپنے معمول بہ قول سے رجوع فرما لیا جیسا کہ آپ نے مندرجہ بالا ۲۴ تا ۲۵ تا ۲۶ میں ملاحظہ فرما لیا۔

۳۷۔ امام اعظمؒ کے اُستاد عطاء بن ابی رباحؒ کا بیان

كَانُوْا يَرَوْنَ عَلَى الْمَأْمُوْمِ الْقِرَاءَةَ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْاِمَامُ وَفِيْمَا يُسِرُّ (غیث الغمام ص۱۵۶)

صحابہ کرامؓ جہری اور سری دونوں طرح کی نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔

(یہ اُن کا آنکھوں دیکھا بیان کیا ہے کیونکہ اُنھوں نے دو سو ۲۰۰ صحابہ کرامؓ کو دیکھا تھا)

۳۸۔ امام اعظم کے استاد امام عطار کا پڑھنے کی ترکیب بتانا

إِذَا كَانَ الْإِمَامُ يَجْهَرُ فَلْيُبَادِرْ بِقِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ أَوْ يَقْرَأُ بَعْدَ مَا يَنْسَكِتُ

جب امام جہری قرأت کرے تو اُس سے پہلے پڑھ لے یا جب امام سکتہ کرے تب پڑھ لے۔

(تخریج ہدایہ امام زیلعی)

۳۹۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے اُستاذ

امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جزء القرأۃ ص۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي الْمُغِيرَةِ سَأَلْتُ حَمَّادًا عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الْأُولَى وَالْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقْرَأُ فَقُلْتُ أَيُّ ذَالِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ فَقَالَ أَنْ تَقْرَأَ۔

حنظلہ بن ابی المغیرہ نے کہا کہ میں نے امام حماد رحمۃ اللہ علیہ سے ظہر و عصر میں امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ سعید بن جبیرؓ امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیا پسند ہے؟ امام حماد نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ امام کے پیچھے پڑھا جائے۔

نوٹ:۔ جہاں کہیں مطلق پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مُراد صرف سورۂ فاتحہ ہی ہے۔ کیونکہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ پڑھنا مقلد اور غیر مقلد دونو کے یہاں بالاتفاق منع ہے۔

. . . .

۴۰۔ حنفی مذہب کے اصل الاصول صحابئ رسولؐ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسلک

برادرانِ احناف کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ حنفی مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصولوں پر ہے۔ اُن ہی عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب القرأۃ صـ۱۶۷ پر نقل کیا ہے۔

اَنَّہٗ قَرَأَ فِی الْعَصْرِ خَلْفَ الْاِمَامِ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَۃٍ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی۔

۴۱۔ حنفی مذہب کی مشہور کتاب طحاوی شریف جلد اوّل صـ۱۲۲ میں ہے کہ ابو مریم اسدیؓ کہتے ہیں۔ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقْرَأُ فِی الظُّھْرِ۔ میں نے ابن مسعودؓ کو ظہر کی نماز میں پڑھتے سُنا۔

۴۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جزء القرأۃ کے صـ۸ میں ان ہی ابو مریم اسدیؓ کی یہ روایت لائے ہیں کہ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ میں نے ابن مسعودؓ کو امام کے پیچھے پڑھتے سُنا ہے۔

۴۳۔ حنفی مذہب کے راویٔ مقبول صحابئ رسولؐ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت حریث تابعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو

فرماتے ہوئے سنا کہ اِقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھو۔ اس کے بعد امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ لَاغُبَارَ عَلَیْہِ۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۴۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ نصیحت فرماتے ہیں۔

لَاتَدَعْ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ جَھَرَ الْاِمَامُ اَوْلَمْ یَجْھَرْ (کتاب القراۃ بیہقی ص۶۳)

تم سورۃ فاتحہ مت چھوڑو چاہے امام زور سے پڑھتا ہو یا آہستہ۔

۴۵۔ حنفی مذہب کے راوی مقبول صحابیٔ رسول

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فتوے

قَالَ مُجَاھِدٌ اِذَالَمْ یَقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ اَعَادَ الصَّلٰوۃَ وَکَذٰلِکَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ الزُّبَیْرِ۔ (دیکھو جزء القرأۃ امام بخاری ص۱۰)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو نماز کو دوبارہ پڑھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔

۴۶۔ حنفی مذہب کے راوی مقبول صحابیٔ رسول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتوے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جزء القرأۃ ص۲ پر فرماتے ہیں۔

سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْقِرَأۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ

حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ

فَقَالَ مَا كَانُوا يَرَوْنَ بَأْسًا اَنْ يَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي نَفْسِهِ۔
پڑھنے کے بارے میں پوچھے گئے تو انھوں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۴۷۔ کنز العمال جلد چہارم صفحہ ۹۶ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَعَ الْإِمَامِ فَلْيَقْرَأْ قَبْلَهُ وَإِذَا سَكَتَ۔
اور جو شخص امام کے ساتھ ہو تو وہ امام سے پہلے پڑھ لے یا جب وہ سکتہ کرے۔

نوٹ: حنفی مذہب کی کتابوں میں عَبَادِلَہ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی روایتوں کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ قبولیت اور ترجیح دی گئی ہے۔

۴۸۔ فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حنفی مذہب کی مشہور کتاب طحاوی شریف جلد اول صفحہ ۱۲۹ پر یہ روایت ہے اور یہی روایت جزء القراءۃ بخاری صفحہ ۷ پر ہے۔ یزید بن شریک ابو ابراہیم تیمی کہتے ہیں میں نے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں حضرت عمرؓ سے دریافت کیا تو آپؓ نے مجھ سے فرمایا:۔

اِقْرَأْ فَقُلْتُ وَاِنْ كُنْتُ خَلْفَكَ فَقَالَ وَاِنْ كُنْتُ خَلْفِي قُلْتُ وَاِنْ قَرَأْتَ قَالَ وَاِنْ قَرَأْتُ۔
تم پڑھ لو۔ میں نے عرض کیا آپ کے پیچھے ہوں جب بھی۔ آپ نے فرمایا میرے پیچھے ہو تب بھی پڑھ لو۔ میں نے کہا۔ اگرچہ آپ قرأت کرتے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میں پڑھتا ہوں (تب بھی پڑھ لو)

یہ روایت سنن دارقطنی اور سنن بیہقی اور کتاب القرأۃ بیہقی میں بھی ہے۔

۴۹۔ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جزء القرأت میں اور کتاب القرأۃ بیہقی میں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا دونوں کتابوں میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے طحاوی جلد اول میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جزء القرأۃ بخاری میں اور ابو سلمہ اور محمد بن عمرو سے جزء القرأۃ کے حوالے سے علامہ عبدالحئی لکھنوی نے امام الکلام میں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ اور جزء القرأۃ میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا ثبوت ہے۔ نمبر ۲۱ سے نمبر ۴۹ تک ہم نے ان اصحاب کرامؓ کا نام اسی لئے لیا ہے کہ ان سے ممانعت کی دلیلیں بھی لائی جاتی ہیں تو عرض ہے کہ حنفی مذہب کا اصول ہے کہ جس راوی صحابی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ثابت ہو تو وہ روایت ہی منسوخ ہے۔ یا پھر اس روایت کا مطلب ہی کچھ اور ہے۔ اور الحمد للہ یہ ثابت ہو گیا کہ حکم صرف سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کا ہے۔ اور جہاں ممانعت ہے تو وہ سورہ فاتحہ کے علاوہ دوسری قرأت کی ہے۔ جیسا کہ حنفی مذہب کے بے شمار علماء فقہاء اور محققین اور شیوخ رحمہم اللہ علیہم سے ثابت ہوا اور خود سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ثابت ہو چکا۔ لیکن ان چند صحابہؓ کی روایات ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے صحابہؓ سورۃ فاتحہ خلف امام نہیں پڑھتے تھے۔ نہیں بلکہ تمام صحابہؓ کا عمل سورۃ فاتحہ اقتداء کی حالت میں پڑھنے کا تھا۔ کسی ایک صحابی سے بھی مرفوع صریح اور صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھو۔ جیسا کہ آئندہ آپ پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

تمام صحابہؓ سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل تھے

۵۰۔ سرتاج علماءِ حنفیہ علامہ عبدالحی حنفی مرحوم کے بیانات

کتاب غیث الغمام کے صفحہ ۱۵۴ میں فرماتے ہیں :۔

لَمْ یَرِدْ فِی رِوَایَۃٍ قَطُّ لَا تَقْرَؤُا الْفَاتِحَۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَنَحْوِہٖ اَوْ نَھْیُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ

کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ تم سورۂ فاتحہ نہ پڑھا کرو۔ یا اسی طرح کی کوئی اور حدیث بھی نہیں۔ یہ بھی نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۵۱۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :۔

لَیْسَ فِیْھَا حَدِیْثٌ یَدُلُّ صَرَاحَۃً عَلَی النَّھْیِ عَنْ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ کَمَا اَنَّ فِی الْجَانِبِ الْمُقَابِلِ یُوْجَدُ حَدِیْثٌ دَالٌّ عَلٰی قِرَاءَۃِ الْمُقْتَدِیِ الْفَاتِحَۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ کَحَدِیْثِ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ

ہمارے حنفی علماء کی دلیلوں میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو مقتدی کو سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل بن سکے جیسا کہ ہمارے مدمقابل جماعت کے پاس سورۂ فاتحہ پڑھنے کی دلیل موجود ہے۔ جیسے یہ حدیث ہے کہ جس میں آپؐ نے فرمایا کہ میرے پیچھے سورۂ فاتحہ کے سوا اور کچھ مت پڑھو۔

اسی طرح کا بیان مولانا مرحوم نے مؤطا امام محمدؒ کے حاشیہ التعلیق الممجد مطبوعہ مطبع یوسفی صفحہ ۱۰۱ پر بھی لکھا ہے۔

۵۲۔ حنفی مذہب کے مجتہد علامہ ابن الہمامؒ کی تائید

عین الہدایہ اردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل ص۴۴۲ میں ہے :۔

امام ابن ہمامؒ نے (حضرت عبادہؓ کی) تَعَلَّمُتِ الْقُرْاٰن والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے

۵۳۔ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کے تمام دلائل کا درجہ

علامہ عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مؤطا امام محمدؒ کے حاشیہ صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں:۔

لَمْ یَرِدْ فِیْ حَدِیْثٍ مَرْفُوْعٍ صَحِیْحٍ النَّھْیُ عَنْ قِرْأَۃِ الْفَاتِحَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ وَکُلُّ مَا ذَکَرُوْہُ مَرْفُوْعًا اِمَّا لَا اَصْلَ لَہٗ وَاِمَّا لَا یَصِحُّ

کسی بھی مرفوع صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا کہ امام کے پیچھے تم سورۂ فاتحہ مت پڑھو اور جو کچھ بھی ان لوگوں نے مرفوعاً کہا ہے یا تو وہ بے اصل ہیں یا صحیح ہیں ہی نہیں

۵۴۔ حنفی فقہ کی کتاب نور الہدایہ اُردو ترجمہ شرح وقایہ کی تائید

"امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں (مذکورہ کتاب ص۱۰۱)

میرے ہسورولے بھائیو! ادب سے گزارش ہے کہ آپ جو کچھ دلائل ہمارے خلاف لکھنا چاہتے ہیں تو اُن کے متعلق اپنے گھر کی شہادتیں ملاحظہ فرمالیں پھر بھی اگر ہم غیر مقلدوں کے خلاف لکھنا ہی چاہتے ہیں تو پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ آپ کی چوٹ آپ ہی کے مسلک کے ان بڑے بڑے ولیوں، دیار عالموں اور زبردست فقیہوں اور خود صاحب مذہب سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے باوقار شاگردوں

کے ہو پر ہوگی۔ اوران سے بھی اوپر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود فداہ ابی وامی وروحی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ چوٹ پڑے گی، تب بتائیے آپ کے ایمان کا کیا ہوگا؟ بزرگ علماء اور اولیاء اللہ کی طرح صحیح سُنّت پر عمل کر کے ہی اپنے ایمان کو بچا سکتے ہو۔ ورنہ عرصۂ محشر میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کیا امام ابوحنیفہؒ کو بھی مُنہ نہ دکھا سکو گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عملوں کی توفیق دے۔ آمین۔

۵۵۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا قابل قدر فرمان ملاحظہ فرمائیے۔

درمختار مع ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵ اور عین الہدایہ اردو ترجمہ ہدایہ کے مقدمہ میں صفحہ ۱۰۱ اور کلمات طیبات صفحہ نمبر ۳ اور مقدمہ عالمگیری اردو صفحہ ۱۲ اور نور الہدایہ اردو ترجمہ شرح وقایہ صفحہ ۹ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ہے۔

"جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔"

کتاب فتاویٰ شامی اور میزان شعرانی اور نہایۃ النہایہ میں بھی یہ فرمان ہے اور الحمد للہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی حدیث نہ صرف مرفوع، متصل اور صحیح ہے بلکہ صحیح کی اونچی قسم "متواتر" ہے۔ اور اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے بلکہ آپ ہی کے مذہب حنفی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

"حدیث متواتر کا منکر کافر ہے" (غایۃ الاوطار اردو درمختار جلد دوم صفحہ ۱۳)

۵۶۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لگائے گئے الزام کا ازالہ

سیف بن عمر ایک جھوٹا اور مجروح شخص تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ اسی صحابہؓ

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔ مولانا عبدالحیٔ حنفی امام الکلام ص۲۱۱ پر لکھتے ہیں۔

فَلَیْسَ بِمُسْتَنَدٍ بِسَنَدٍ مَعَ اَنَّ السَّبْذَ مُوْنِیَ مَجْرُوْحًا عِنْدَ الْمُحَدِّثِیْنَ مَعَ اَنَّ الثَّابِتَ عَنْ کَثِیْرٍ مِّنْھُمْ خِلَافَ ذَالِکَ

یہ بات کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے۔ ساتھ ہی اس کا راوی سبذ مونی محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان صحابہ کا عمل اس کی روایت کے خلاف ثابت ہے۔

نوٹ: آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ امام عطار رحمہ اللہ جو صحابہ کرام کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام سری وجہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے۔ بولئے ان دونوں میں سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں کس کی بات قبول کی جائے گی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ یہ سبذ مونی جھوٹی روایتیں خود گھڑ لیتا تھا۔ لہٰذا یہ روایت بھی اس کی گھڑی ہوئی ہے۔ یعنی موضوع ہے۔ اور موضوع روایت کو دلیل میں بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا حنفی مذہب میں حرام ہے۔

۵۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لگائے گئے دوسرے الزام کی تردید

ایک اور الزام صحابہؓ پر یہ لگایا گیا کہ وہ کہتے تھے، نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کے بارے میں علامہ عبدالحی حنفی مرحوم امام الکلام پر لکھتے ہیں:۔

وَمَاذَكَرَهُ السَّرْخَسِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ اَنَّ فَسَادَ الصَّلٰوةِ مَذْهَبُ عِدَّةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ يُقَالُ لَهُ اَيُّ صَحَابِيٍّ قَالَ بِهٰذَا اَوْ اَيُّ مُخَرِّجٍ خَرَّجَ هٰذَا اَوْ اَيُّ رَاوٍ رَوٰى هٰذَا وَمُجَرَّدُ نِسْبَتِهٖ اِلَيْهِمْ حَاشَاهُمْ مِّنْ دُوْنِ سَنَدٍ مُّسَلْسَلٍ مُّحْتَجٍّ بِرُوَاتِهٖ مِمَّا لَا يُعْتَدُّ بِهٖ ۔

اور جو کچھ سرخسی اور اس کے پیروؤں (یعنی وغیرہ) نے ذکر کیا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے سے نماز کا فاسد ہونا کئی صحابہ کا مذہب ہے سرخسی سے پوچھا جائے کہ وہ کون سے صحابی ہیں جنھوں نے ایسا کہا ہے یا وہ کون سے محدث ہیں جنھوں نے یہ روایت وارد کی ہے۔ یا وہ کونسا راوی ہے جس نے اس بات کو روایت کیا۔ صحابہ کرام اس الزام سے بُری ہیں۔ صرف ان کی طرف نسبت کر دینا نا کافی ہے۔ بغیر سلسلۂ سند کے اور بغیر قابلِ حجت راویوں کے یہ الزام کسی شمار میں نہیں ہے۔

۵۸ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ کا مطلب

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(نواں پارہ سورۂ اعراف کا آخری رکوع)

بغیر کسی قید کے اس آیت کا مضمون ہے اور کمال یہ ہے کہ نماز باجماعت فرض ہونے سے پہلے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور نماز باجماعت مدینہ میں فرض ہوئی اور کسی چیز کے فرض ہونے سے پہلے اس کے مسائل بیان کرنا امرِ محال ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم مان لیتے ہیں کہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی تو اس کا شانِ نزول نماز ہی

ہے۔ اِس کے متعلق سلف کا اتفاق نہیں ہے۔ بہت سے اس کو خطبہ کے بارے میں مانتے ہیں اور آپ کے مذہب کی کتاب ہدایہ کا ترجمہ عین الہدایہ میں تو ایک اور بات بھی بتائی ہے۔ جلد اوّل صفحہ ۴۲۳ میں لکھا ہے کہ کافروں نے قرآن کی آواز نہ سُننے کے لئے آپس میں کہا کہ قرآن مت سُنو اور شور مچاؤ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ایمان والوں کو چاہیئے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سُنیں اور خاموش رہیں تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یعنی کافروں کے جواب میں اہلِ ایمان کو قرآن سُننے کا ادب بتایا گیا ہے۔ نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل لینا زبردستی ہی نہیں زیادتی بھی ہے۔ زیادتی اس طرح ہے کہ جن پر قرآن مجید نازل ہوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے خود جب سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اُمّت کے طبقۂ اوّل صحابہ کرام، تابعینِ عظام، اماماںِ دین، بے شمار مشائخ اور بزرگوں نے پڑھا اور پڑھنے کا فتویٰ دیا تو اب ہم کون ہوتے ہیں اس آیت کی آڑ لے کر مقتدی کو سورۂ فاتحہ سے روکنے والے؟ پھر بھی اگر آپ اس آیت سے اپنا مطلب بنائیں اور مذکورہ بالا ہستیوں کو غلط ٹھہرائیں تو نہ صرف نماز بلکہ ایمان کی بھی خبر نہیں ہے۔ اس لحاظ سے سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا عین نماز ہی نہیں بلکہ عین ایمان بھی ہے۔

تاہم زبردستی گھسیٹ گھساٹ کر اس آیت کو نماز میں آہستہ سے بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے میں بیان کرتے ہو تو اس کے آگے ہی دوسری آیت بیان کرنے سے دامن کیوں بچاتے ہو۔ دوسری آیت میں آپ جیسے طرزِ استدلال سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آہستہ آواز میں صبح و شام کی جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ

پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ

اپنے رب کا ذکر (سورۂ فاتحہ آہستہ اپنے جی میں پڑھ) گڑگڑاتے ہوئے بغیر آواز کے (یعنی آہستہ) صبح (کی نماز میں) اور شام (کی دونوں نمازوں) میں اور نہ ہو جاؤ (سورۂ فاتحہ سے) غفلت برتنے والوں میں۔

اگر آپ پہلی آیت کو نماز کے متعلق لیکر سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو اس سے ملی ہوئی آیت کو نماز کے متعلق ہی لیکر ہم کہیں گے کہ دوسری آیت میں کچھ ذکر کرنے کے لئے استثنائی حکم موجود ہے۔ وہ ذکر وہی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کی صورت میں واجب، رکن نماز اور شرط نماز قرار دیا ہے اور یہ منطق کے قاعدہ عام وخاص من وجہ کی رو سے بالکل صحیح ہو گا۔ بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے نماز میں آہستہ قرآن پڑھنا مراد لیا ہے [1]

لیکن سچی بات یہ ہے کہ دونوں آیتیں سورۂ فاتحہ کے متعلق نہیں ہیں۔

۵۹۔ ہاں اگر کوئی آیت قرأت کے بارے میں دلیل بن سکتی ہے تو وہ سورۂ مزمل کی یہ آیت ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ یعنی جو آسان ہو وہ نماز میں پڑھ لو۔ یہ آیت چاہے انفرادی نماز فرض ہونے کے وقت نازل ہوئی ہو یا اجتماعی کے وقت فرض ہونے کے وقت نازل ہوئی ہو یا اجتماعی کے وقت۔ فرض کے لئے ہو یا تہجد کے لئے، مگر پڑھنے کا حکم عام ہونے کی وجہ سے اکیلے، امام کے پیچھے، فرض، سنت، نفل سب کو شامل ہے۔ اب اگر خاموش کھڑے رہے تو اس آیت کی مخالفت ہوتی ہے۔ جو آسان ہے وہ پڑھنا ہی پڑے گا تو آسان سے مراد وہی لے لیجئے جس کو

[1] دیکھو تفسیر خازن جزء ثانی صفحہ مطبوعہ مصر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب قرار دیا ہے یعنی سورۃ فاتحہ تو سارے جھگڑے ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔ حدیث پر بھی عمل ہو جائے گا اور قرآن پر بھی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر ائمہ دین کے فتووں پر بھی عمل ہو جائے گا اور نماز بھی صحیح اور کامل ہو جائے گی۔

نوٹ:۔ حنفی مسلک کی بعض کتابوں میں ہے کہ جب دو دلیلیں آپس میں ٹکرا جائیں تو کسی ایک سے بھی دلیل نہیں لے سکتے۔ نور الانوار میں ان ہی دو آیتوں کو مثال میں پیش کیا جس میں سے ایک میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ دوسری یہی سورہ مزمل کی آیت ہے جس میں ہے جو آسان ہو اُسے پڑھنے کا حکم ہے۔ تو لکھتے ہیں کہ دونوں آیتوں کے حکم میں تعارض اور ٹکراؤ ہے اس لئے دونوں سے دلیل نہیں لے سکتے۔ یعنی سورۃ انفال کی آیت سے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کا ثبوت لے ہی نہیں سکتے۔ پھر بھی آپ اس آیت کو ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ تعجب ہے۔

۶۰۔ ایک اور بات بتا تا جاؤں کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب۔ یعنی بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اِس حدیث کو سبھی صحیح مانتے ہیں۔ اس کی رو سے دنیا کے تقریباً دو تہائی مسلمان مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب مانتے ہیں اور صحتِ نماز کے لئے امام کے پیچھے اس کا پڑھنا واجب قرار دیتے ہیں۔ اور حنفی مسلک والے برادران بھی واجب ہی مانتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ لا صلوٰۃ میں لا نفی کمال کا ہے۔ یعنی سورۃ فاتحہ کے نماز کامل نہیں ہوتی۔ تو میں کہتا ہوں کہ کامل چھوڑ کر ناقص پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ امام صاحب تو سورہ فاتحہ پڑھ کر اپنی نماز درجۂ کمال تک پہنچا دیں اور پیچھے کھڑے ہوئے بے چارے نمازیوں کی

نماز ناقص رہ جائے تو اُن کے ثواب کی کمی کون پوری کرے گا۔ اور پھر ناقص نماز کا کیا وبال ہے وہ اس کتاب کے صـ۱۴ سے ایک بار پھر ملاحظہ فرما لیجئے۔ میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے ادب کے ساتھ گزارش کرتا ہوں کہ جس طرح ہمارے جلیل القدر امام علیہ الرحمہ نے اور ان کے باوقار استاذوں اور شاگردوں نے اور بے شمار بزرگ مشائخ نے اور فاضل علماء اور قابل فقہاء رحمہم اللہ نے بتایا اور عمل کیا آپ بھی اسی کو اختیار کر کے اور امام کے پیچھے بھی سری اور جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر نمازوں کو ناقص ہونے سے بچائیے اور حتی الوسع اپنی نمازوں کو کامل بنائیے۔ اور دیوبند کے کامل ترین بزرگ عالم کا درج ذیل بیان زندگی بھر اپنے سامنے رکھئے۔

۱۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

آپ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں اور حنفی مذہب کے زبردست عالم ہیں۔ اپنی کتاب سبیل الرشاد کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

"الحاصل جب آپ کو قرأت میں منازعت اور ثقل ہوا اور لوگوں کا پڑھنا معلوم ہوا تو آپ نے حکم فرمایا:۔

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

یعنی اگرچہ تم جلدی جلدی سکتاتِ امام میں ہی پڑھتے ہو، تاہم مت پڑھا کرو سوائے فاتحہ کے "کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔"

پھر لکھتے ہیں "پس جب اس (سورہ فاتحہ) کو اس قدر خصوصیت بالصلوٰۃ ہے تو اگر سکتات میں اس کو پڑھ لو تو رخصت ہے اور یہ قدر قلیل آیات ہیں محل ثنا

میں ختم ہو سکتی ہیں اور خلطِ امام کی نوبت نہیں آتی۔"

۶۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو نماز پڑھائی

صحیح بخاری شریف جلد اوّل جزء ۳ صفحہ ۱۰۵ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک صاحب نے سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اُس نے جاکر پھر ویسی ہی نماز پڑھی جیسی پہلے پڑھی تھی۔ آپ نے پھر فرمایا جاؤ نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ تو اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے آپ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا:۔

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا

جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو پھر جو تمہیں قرآن میں سے آسان معلوم ہو وہ پڑھو پھر رکوع کرو۔ یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کرو۔ پھر اٹھو اور برابر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو۔ اور خوب اطمینان سے سجدہ کرو پھر اٹھو اور اطمینان سے بیٹھو اور اسی طرح اطمینان سے تم پوری نماز ادا کرو۔

اس حدیث سے حنفی برادران یہ دلیل لیتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث میں جو مقام ہے وہ مقام تعلیم ہے۔ یعنی آپ اُسے تعلیم دے رہے تھے۔ اگر سورۃ فاتحہ ضروری ہوتی تو آپ ضرور ہی اس کا بیان فرماتے۔

اس اعتراض کا تحقیقی اور علمی جواب تو بعد میں آئے گا ان شاء اللہ۔ لیکن راقم الحروف سے پہلے یہ بات سُن لیجئے کہ یہ حدیث مجمل ہے۔ اور اس حدیث کا ایک ایک جملہ دوسری حدیثوں کا محتاج ہے۔ ورنہ صحیح مطلب بن ہی نہیں سکتا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اس حدیث میں ہے کہ جب تم کھڑے ہو نماز کے لئے تو تکبیر کہو۔ یہاں پر آپ نے ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں۔ مالکی لوگ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ آپ اُن کو غلط بتاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کتاب ہدایہ میں ہے کہ قیام میں ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا محض بے دلیل ہے۔ اگر اب مالکی حضرات آپ کے پاس آ کر کہیں کہ دیکھو اس حدیث میں جو مقام ہے وہ مقامِ تعلیم ہے آپ نے قیام کا ذکر فرمایا تکبیر کا ذکر فرمایا لیکن ہاتھ باندھنے کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اگر ہاتھ باندھنا ضروری ہوتا تو آپ ضرور ہاتھ باندھنے کا ذکر فرماتے۔ تو آپ کا جواب یہی ہوگا کہ دوسری صحیح حدیثوں میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ حکم ہے۔ اس حدیث میں قیام کا بیان مجمل ہے دوسری حدیثوں میں ہاتھ باندھنے کا بیان مفصل موجود ہے۔ دوسری حدیثوں سے آنکھ بند کر کے اس حدیث سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی دلیل لینا ٹھیک نہیں۔

(۲) اسی طرح اس حدیث میں جو ہے کہ قرآن میں سے جو آسان ہو پڑھ لو۔

اب اگر آپ کہیں کہ دیکھو یہاں مقام تعلیم ہے۔ سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوتا تو آپ ضرور سورۂ فاتحہ کا ذکر فرماتے۔ تو ہمارا جواب بھی وہی ہوگا جو اوپر گزرا کہ دوسری صحیح حدیثوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے اور حکم بھی ہے۔ اس حدیث میں پڑھنے کا حکم مجمل مطلق اور مبہم ہے۔ دوسری حدیثوں میں قرأت سورۂ فاتحہ کا بیان مُبَیّن ہے، مقید ہے اور مفصل ہے۔ دوسری حدیثوں سے آنکھ بند کر کے اس حدیث سے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل لینا غلط ہے۔

(۳) رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنے کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح رکوع میں دُعا پڑھنے کا اور رکوع سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہنے کا اور قومہ میں دُعا پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سجدہ کو جاتے اور اُٹھتے وقت اللہ اکبر کہنے کا کوئی ذکر نہیں ہے تو کیا بغیر اللہ اکبر کہے سجدہ در کوع کر سکتے ہیں اور اُٹھ سکتے ہیں تو آپ کا جواب یہ ہوگا کہ رکوع اور سجدہ میں بغیر اللہ اکبر نہیں جا سکتے۔ اس لئے کہ دوسری حدیثوں میں سجدہ اور رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کا صحیح طریقہ اللہ اکبر کے ساتھ بتایا گیا ہے۔ اللہ آپ کو نیک توفیق دے اسی طرح "جو آسان ہے پڑھ لو" کا صحیح طریقہ دوسری ٹھوس اور مضبوط حدیثوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ بتایا گیا ہے۔

یہ تو عقلی جواب۔ دوسرا علمی اور تحقیقی جواب امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قابلِ قدر کتاب نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مطبوعہ مصر جزء دوم ص۱۱۱ پر یہ دیا ہے کہ یہی حدیث مسند احمد، سنن ابی داؤد اور صحیح ابن حبان میں بھی آئی ہے۔ اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صاحب کو بتایا ثُمَّ اقْرَأْ

بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ. پھر تم سورۂ فاتحہ پڑھو۔

یعنی بخاری میں قرأت کا بیان مجمل مطلق اور مبہم ہے۔ ابو داؤد، ابن حبان اور مسند احمد میں قرأت کا بیان سورۂ فاتحہ سے مفصل، مقید اور متعین ہے۔ الحمد للہ درایت اور روایت دونوں طرح سے یہ ثابت ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل اس حدیث سے قطعی نہیں لے سکتے۔

۲۶۔ تین حدیثیں اور

(۱) عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاْءَةُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاْءَةٌ (دار قطنی)

اس روایت سے ثبوت پیش کر کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت ضعیف ہے اور مرسل بھی ہے۔ یہ اصول سب کے یہاں مسلّم ہے کہ ضعیف اور مرسل روایت سے صحیح اور مرفوع روایت کو رد نہیں کر سکتے۔ ہاں صحیح روایت سے ضعیف اور مرسل روایت رد کر دی جائے گی۔ اس لئے صحیح کے مقابلے میں مخالف ہونے کی وجہ سے یہ روایت قابلِ رد ہے۔

اس کے باوجود اگر اس حدیث کو تسلیم کریں تو مطلب وہی ہوگا جو شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے (اس مضمون کے نمبر ۲۲ کو ملاحظہ فرمائیے) یعنی سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد امام کی جو قرأت تم سنو گے وہ تمہاری بھی قرأت سمجھی جائیگی۔

تیسری بات یہ کہ اس روایت کے راویوں میں خود حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور وہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ ان کے شاگرد امام محمدؒ اور عبد اللہ بن مبارک اور بے حساب حنفی بزرگ مشائخ بھی اس پر عمل کرتے تھے

تو اب صاف مطلب یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ دوسری قرأت یہاں مراد ہے۔

(۲) دوسری حدیث مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تو خاموش رہو۔

اس حدیث میں آہستہ پڑھنے کی اوّل تو ممانعت نہیں ہے۔ دوم یہ کہ یہ حکم عام ہے، جو حکم خاص کو رد نہیں کر سکتا۔ اسی کو بنار العام علی الخاص کہتے ہیں اور یہ اصول احناف کی کتابوں میں موجود ہے اور مقبول بھی ہے۔ یہاں بھی قبول کرنا پڑے گا۔ سوم یہ کہ حکم خاص یعنی سورۂ فاتحہ پڑھنے کی حدیث کے راوی بھی اس حدیث کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ چہارم یہ کہ اس حدیث کو روایت کرنے کے باوجود خود سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور رسول اللہ ، اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ چہارم یہ کہ ہم اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کا بھی وہی مطلب لیتے ہیں جو راویٔ حدیث صحابیٔ رسول نے لیا ہے۔ لیکن یہ بات ہمارے لئے کتنی پیاری اور آپ کے لئے کتنی سبق آموز ہے کہ آپ ہی کے مذہب کی کتاب شرح وقایہ کا اُردو ترجمہ بنام نورالہدایہ صفحہ ۱۱ پر اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ پنجم یہ کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر جرح کی ہے اور بتایا ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ "جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو" ایک راوی نے زیادہ کر دیا ہے۔

تو اب نتیجہ یہ نکلا کہ جب آپ اپنے یہاں کے مقبول اصول بنار العام علی الخاص ردنہیں کرتے، جب تک اس حدیث کے راوی ابوہریرہؓ کی روایت کردہ دوسری

حدیث سے آنکھ بند نہیں کر لیتے، جب تک ابوہریرہؓ کے عمل اور فتویٰ کو غلط قرار نہیں دیتے؛ جب تک کہ اپنے مسلک کی کتاب کے بیان کو غلط نہیں ٹھہراتے، جبتک امام ابوداؤدؒ کی جرح کا جواب نہیں دیتے تب تک آپ اس حدیث سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ اور اگر سب سے آنکھیں بند کر کے زبردستی اس حدیث سے مقتدی کو سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی دلیل لی تو پھر آگے اس سے بھی بڑی مصیبت آپ کے لئے موجود ہے۔ کیونکہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والے ہم ہی نہیں ہیں بلکہ جلیل القدر امام ابوحنیفہؒ، ان کے شاگرد، ان کے فقہاء، ان کے استاذ اور بے شمار مشائخ حنفیہ اور حنفی مسلک کے اصل الاصول حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تمام رفقاء رحمہم اللہ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے قائل اور عامل ہیں، تب آپ کی من مانی دلیل ان ہی نفوس قدسیہ کے خلاف ہوگی دونوں طرف سے آپ گھرے ہوئے ہیں۔ اور اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ بھی ان مبارک ہستیوں کی طرح سُنّتِ رسول کی پیروی کریں اور ہم اہلحدیثوں کے خلاف رسالے نہ چھپوائیں۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز پڑھ کر پھرے تو فرمایا کہ کسی نے میرے ساتھ تم میں سے ابھی پڑھا ہے۔ ایک صاحب نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو آپؐ نے فرمایا مجھے خیال آیا کہ مجھ سے قرآن کیوں چھینا جا رہا ہے۔ پس جب لوگوں نے آپؐ کا یہ حکم سُنا تو جہری نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأت کرنے سے رُک گئے۔

اس حدیث میں بھی آہستہ قرأت کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ امام کو تشویش میں مبتلا کردے اُس قرأت کی ممانعت ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ آپؐ صحابہ کرام کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیں اور امام کی دوسری قرأت سننے کی تاکید فرمائیں اور صحابہ کرام سورہ فاتحہ بھی چھوڑ دیں۔ ایسی نافرمانی صحابہ کرام نے ہرگز نہیں کی
اس حدیث پر آپ کے مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ حنفی مذہب کی مشہور شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ مطبوعہ مجتبائی دہلی کے ص۱۶۲ پر حاشیہ نمبر۳ میں لکھتے ہیں:۔

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَا يَدُلُّ إِلَّا عَلٰى مَنْعِ الْقِرَاءَةِ الْمُشَوِّشَةِ وَالنَّازِعَةِ لَا عَنْ مُطْلَقِ الْقِرَاءَةِ وَلَوْ سِرًّا فِي السِّرِّيَّةِ وَفِي الْجَهْرِيَّةِ أَثْنَاءَ سَكَتَاتِ الْإِمَامِ وَيُؤَيِّدُهُ أَنَّ رَاوِيَ الْحَدِيْثِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَفْهُوْمِهِ مِمَّنْ بَعْدَهُ يَعْنِيْ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُفْتِيْ بِقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ سِرًّا كَمَا أَخْرَجَهُ عَنْهُ مَالِكٌ وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَغَيْرُهُمْ وَيَشْهَدُ لِجَوَازِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي السِّرِّيَّةِ وَكَذَا فِي الْجَهْرِيَّةِ أَثْنَاءَ السَّكْتَةِ حَدِيْثُ عُبَادَةَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّيْ

یہ حدیث ایسے پڑھنے کو منع کرتی ہے جو امام کو تشویش اور خلجان میں مبتلا کردے۔ مطلق پڑھنے سے نہیں روکتی۔ اگرچہ سری نماز میں آہستہ پڑھے اور جہری نماز میں امام کے سکتات (یعنی آیتوں پر ٹھہرنے) پر پڑھ لے (تب بھی یہ حدیث نہیں روکتی) اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود امام کے پیچھے آہستہ آواز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ راوی حدیث یعنی صحابی بعد والوں سے زیادہ حدیث کے معنی مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ابوہریرہؓ سے امام مالک، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی

اَتَقْرَاُوْنَ خَلْفَ اِمَامِکُمْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِیْ وَاللّٰہِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِھَا اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَاَبُوْدَاؤٗدَ وَالطَّبْرَانِیُّ فِیْ مُعْجَمِہِ الصَّغِیْرِ وَغَیْرُھُمْ بِسَنَدٍ حَسَنٍ اِنْتَھٰی

امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد نے روایت کیا اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی یہ شہادت دیتی ہے کہ سری نماز میں اور جہری نماز میں امام کے سکتات میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے (حدیث یہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ کو پڑھنا مشکل ہو گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو (صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں) ہم نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول ہم بخدا پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو (صرف اُمّ القرآن یعنی سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرو اس لئے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی جو نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ اس حدیث کو امام ترمذی امام نسائی، امام ابوداؤد اور معجم صغیر میں امام طبرانی نے اور ان کے علاوہ دوسرے اماموں نے بھی سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سکتاتِ امام میں پڑھنے کا تذکرہ اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔ اور امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے سے پہلے اور بعد میں بھی مقتدی کو پڑھنے کا بیان آچکا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تعیین نہیں فرمائی۔ صحیح یہ ہے کسی حالت میں بھی پڑھ لے۔ چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ہر حال میں پڑھ لینے کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لئے سورہ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کے بعد حضرت مکحول تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لائے ہیں۔ قَالَ مَکْحُوْلٌ اِقْرَاْ بِھَا قَبْلَہٗ وَمَعَہٗ وَبَعْدَہٗ لَا تَتْرُکْھَا عَلٰی حَالٍ (ابوداؤد مجتبائی جلد اوّل ص۱۲۰) مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سورہ

فاتحہ امام کے پڑھنے سے پہلے، اس کے ساتھ، اس کے بعد (کبھی بھی) پڑھ لو۔ اور کسی حال میں بھی سورہ فاتحہ نہ چھوڑو۔

نوٹ:۔ ہم نے یہ چند دلائل کتب احناف اور علماء وفقہاءِ حنفیہ سے ہم سورد اپنے بھائیوں کے جواب میں لکھ دیئے تاکہ انھیں اس مسئلہ میں گھر کی شہادتیں معلوم ہو جائیں کیونکہ ہمارے خلاف لکھنے والے اُن کے علماء اپنے گھر کی ان باتوں کو صاف چھپا جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو حنفی اور اہلِ حدیث بھائیوں میں نفرت ڈالنے کے لئے کوئی جگہ مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک بنائے اور آپس میں محبت عطا فرمائے آمین

اب آیئے، اللہ کے حضور کھڑے ہوکر سورہ فاتحہ پڑھنے والے کا مقام دیکھیے۔

سورہ فاتحہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ سے مناجات یعنی ہمکلامی

مشکوٰۃ شریف جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ کے باب القرأۃ فی الصلوٰۃ کی دوسری فصل میں حضرت عبداللہ بن عمر اور بیاضی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ الْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلْیَنْظُرْ مَا یُنَاجِیْهِ وَلَا یَجْهَرْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ بِالْقُرْاٰنِ (مسند احمد)

نماز پڑھنے والا اپنے رب سے سرگوشی (آہستہ آہستہ کلام) کرتا ہے۔ پس اپنی سرگوشی پر دھیان رکھے (اور توجہ سے پڑھے) اور قرآن پڑھنے میں ایک دوسرے پر آواز بلند نہ کرے۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ جب صف بستہ اور اجتماعی نماز ہو تو خاموش کھڑے رہنا نہیں چاہیئے اور آہستہ آہستہ وہی پڑھنا چاہیئے جس کی تعلیم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے یعنی سورۂ فاتحہ۔ اور سورہ فاتحہ میں رب تبارک و تعالیٰ سے ہمکلامی ہونے کے متعلق اس سے بھی زیادہ واضح اور صحت کے اعتبار سے مضبوط اور اعلیٰ حسبِ ذیل حدیث ہے۔

مسلم شریف جلد اوّل ص۱۶۹ اور ابوداؤد شریف جلد اوّل ص۱۲۵ اور ابن ماجہ ص۶۱ اور موطا مع کشف المغطا ص۵ اور مشکوٰۃ باب القرأۃ کی پہلی فصل کی دوسری حدیث اور جزء القرأۃ بخاری ص۳ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ فَقِيْلَ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ فَاِذَا قَالَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ فَاِذَا قَالَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ	جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو وہ نماز ناقص ہے تین مرتبہ آپؐ نے یہ لفظ فرمایا۔ اس کی نماز پوری نہیں ہوتی حضرت ابوہریرہؓ سے (اُن کے شاگردوں کی طرف سے) کہا گیا کہ ہم (اگر) امام کے پیچھے ہوں تو انھوں نے جواب دیا کہ سورہ فاتحہ کو آہستہ سے اپنے جی میں پڑھ لو۔ کیونکہ میں نے (اس سورت کی فضیلت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کر دی ہے اور میرے بندے کے لئے وہی ہے جو وہ مانگے

وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ اِلَیَّ عَبْدِیْ فَاِذَا قَالَ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ هٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ

جب بندہ (پہلی آیت) پڑھتا ہے کہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے "بہت رحمت کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے" تو پروردگار کہتا ہے میرے بندے نے میری خوبی بیان کی اور جب وہ کہتا ہے "بدلے کے دن کا مالک ہے" تو اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی اور جب بندہ کہتا ہے "ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہی (فرق) ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان اور میرے بندے کو وہ دوں گا جس کا وہ سوال کرتا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے "ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تو نے اپنا کرم و انعام فرمایا، اُن کی راہ مت دکھا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ اُن کی راہ دکھا جو گمراہ ہوئے۔" اللہ فرماتا ہے کہ یہ حصہ (سورہ فاتحہ کا) میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کو وہ جو مانگتا ہے۔

سبحان اللہ! پہلی چار آیتوں میں کیسی زبردست اللہ کی حمد و ثناء ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ کا جواب دینا سونے پر سہاگہ۔ یعنی ہر ایک نمازی کو اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور ہر آیت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات میں وصل نہیں کرتے تھے بلکہ ہر آیت پر ٹھہرتے اور وقف فرماتے تھے (مشکوٰۃ) ذرا آج کل کے بعض اماموں کی قرأت سُنئے۔ الحمد سے

جو گاڑی میں چھوٹتی ہے تو نستعین پر رُکتی ہے۔ پھر اللہ سے ہمکلامی کیا لطف رہا۔ دُنیا کے قاریوں کے اصول کے مطابق وصل کرتے گئے اور بغیر سانس لئے آیت سے آیت کو ملاتے چلے گئے مگر وہ طریقہ چھوڑ دیا جسے روئے زمین کے سب سے بڑے قاری سب سے بڑے خوش الحان حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا۔ اور تراویح کی نماز میں سورۂ فاتحہ کا وہ مالیدہ بناتے ہیں کہ بس دیکھتے رہو۔ قرأت کے اصول و قواعد تسلیم لیکن سورہ فاتحہ کی حد تک ہی سہی۔ آں حضرت ؐ کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کا لحاظ کریں تو اچھا ہے۔ ہر آیت پر ٹھہرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہوئے پڑھنے میں نہ وقت کا نقصان ہے اور نہ مال وجان کا بلکہ ہر طرح سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ پھر بعد کی آیتوں میں کیسی زبردست دُعا ہے۔ اگر قبول ہو گئی تو بیڑا پار ہے۔ اسی لئے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین کہنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔

بلند آواز سے آمین کہنا سُنّت ہے

سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھے یا نماز کے علاوہ' فرض نماز ہو یا نفل نماز' اکیلا ہو امام کے پیچھے' نماز جمعہ ہو یا پنجوقتہ نماز' نماز جنازہ ہو یا نماز عیدین' نماز تراویح ہو یا نماز تسبیح' ہر ایک کو ہر ایک موقعہ پر سورہ فاتحہ کے آخر میں آمین کہنا چاہیے اکثر علماء اُمّت کا قول ہے کہ آمین کا مطلب ہے " اے اللہ میری دُعا قبول فرما ابن مردویہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آمین مومن بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی مہر ہے۔ حضرت عبداللہ بن

عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آمین کے کیا معنیٰ ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا " اے اللہ تو کر دے " امام جوہری فرماتے ہیں ، آمین کا مطلب ہے " اسی طرح ہو جائے " امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ آمین کا معنیٰ ہے " اے اللہ ! ہماری اُمیدوں کو پورا فرما دے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں) معنیٰ کے لحاظ سے جتنی زبردست سورہ فاتحہ ہے اتنی زبردست اجابتِ دعا کی درخواست آمین بھی ہے ۔ احادیثِ شریفہ میں یہ بات نہایت واضح اور کثرت روایات کے ساتھ ملتی ہے کہ امام جہری نماز سے قرأت کرے تو امام بھی اتنی بلند آواز سے آمین کہے کہ پہلی صف تک آواز پہنچے ۔ اُس کے ساتھ ہی مقتدی بلند آواز سے آمین کہیں کہ مسجد ملی جلی آوازوں کے غلغلے سے گونج اُٹھے ۔

بلند آواز سے آمین کہنے کی احادیثِ مبارکہ

۱ ۔ صحیح بخاری شریف مطبوعہ اصح المطابع کراچی جلد اوّل پارہ ۳ صفحہ ۱۰۷ اور صحیح مسلم شریف مطبوعہ رشیدیہ دہلی جلد اوّل صفحہ ۱۷۶ اور ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۶۲ اور ابو داؤد مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد اوّل صفحہ ۱۴۲ اور مؤطا مع کشف المغطا صفحہ ۵۵ اور ترمذی مطبوعہ اصح المطابع لکھنؤ صفحہ ۶۳ (علاوہ قول ابن شہاب) اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مطبوعہ مصر جزء دوم صفحہ ۲۲۲ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّہٗ مَنْ وَّافَقَ تَاْمِیْنُہٗ تَاْمِیْنَ الْمَلَائِکَۃِ	جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آواز سے مل جائے

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ۔

تو اُس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ابن شہابؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین بولتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی آمین سُن کر مقتدی بھی آمین بولیں۔

۲۔ ابوداؤد جلد اوّل ص۱۴۱ اور نیل الاوطار جلد دوم ص۲۲۴ اور ابن ماجہ ص۶۲ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَلَا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ اپنے قریب صف اوّل کے لوگوں کو سُناتے۔ پھر تو پوری مسجد آمین کی آواز سے گونج اُٹھتی۔

نیل الاوطار جزء دوم ص۲۲۴ میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث کو امام دارقطنی نے روایت کر کے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے امام حاکم نے بھی اس کو وارد کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بیہقی بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین اتنی بلند ہوتی تھی کہ صفِ اوّل کے لوگ سُن لیتے تھے اور صحابہ کرامؓ کی آمین ایسی ہوتی کہ مسجد گونج اٹھتی تھی (الحمد للہ ہم نے اسی کو اختیار کیا)

۳۔ صحیح بخاری شریف جلد اوّل پارہ ۳ ص۱۰۷ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جماعتِ صحابہؓ کا عمل روایت کرتے ہیں۔

بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّامِيْنِ وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِیْنُ دُعَاءٌ اٰمَّنَ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمَنْ وَّرَاءَہٗ حَتّٰی اَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّۃً وَّکَانَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ یُنَادِی الْاِمَامَ لَا تَفُتْنِیْ بِاٰمِیْنَ وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَدَعُہٗ وَیَحُضُّھُمْ وَسَمِعْتُ مِنْہُ فِیْ ذَالِکَ خَبَرًا

امام کا بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق یہ باب ہے (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ) عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آمین دُعا ہے (حنفی مذہب کے راوی مقبول صحابی رسولؐ) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور ان کے پیچھے جو کھڑے تھے انھوں نے بھی آمین کہی یہاں تک کہ ملی جلی آوازوں سے مسجد گونج اٹھی، اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو پکار کر کہہ دیتے کہ مجھ سے آمین کو فوت نہ کرا دینا (یعنی سورہ فاتحہ ذرا لمبا کرکے پڑھنا) حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ (حنفی مذہب کے راوی مقبول صحابی رسولؐ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آمین نہیں چھوڑتے تھے (یعنی کوشش کرکے اسے پہلے ہی جماعت میں مل جاتے تھے) اور دوسروں کو اس کی رغبت دلاتے تھے۔ نافعؒ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق ایک مرفوع حدیث بھی سُنی ہے۔

۴۔ قسطلانی شرح صحیح بخاری جلد دوم ص۴۸ میں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بحوالہ بیہقی اس طرح سے ہے۔

اَدْرَکْتُ مِأتَیْنِ مِنَ الصَّحَابَۃِ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ سَمِعْتُ لَھُمْ رَجَّۃً بِاٰمِیْنَ۔

حضرت عطاء کہتے ہیں، میں نے "دو سو" صحابہ کرام کو اس مسجد (نبوی) میں پایا کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا تو ان صحابہ کی ملی جلی آوازوں کا غلغلہ آمین کے ساتھ سُنتا۔

اُس وقت سے آج تک مسجدِ نبوی آمین کی آواز سے گونج رہی ہے الحمدللہ!

۵۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ (ابوداؤد جلد اول ص۱۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّالِّیْن پڑھتے تو آمین کہتے۔ اور آمین کے ساتھ آواز بلند کرتے۔

۶۔ مؤذنِ رسولؐ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْبِقْنِيْ بِاٰمِيْنَ (ابوداؤد جلد اوّل ص۱۳۴)

انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کیجئے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ آپؐ کے پیچھے سورہ فاتحہ جلدی نہیں پڑھ سکتے تھے اس لئے انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنی فاتحہ کی قرأت پوری کرلیا کروں (سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا اور بلند آواز سے آمین بولنا دونوں مسئلے اس حدیث سے بھی ثابت ہوئے)۔

نوٹ: دارالمصنفین اعظم گڈھ سے ایک کتاب "مہاجرین" کے نام سے چھپی ہے۔ اس کے لکھنے والے مولانا حاجی معین الدین ندوی حنفی ہیں اور چھپوانے والے بھی برادران احناف ہیں۔ اس کتاب کی جلد اوّل ص۱۹۲ پر بحوالہ "اصابہ" حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں یوں لکھتے ہیں:

"نماز میں سب سے پہلے آمین کہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔"

ہمارا مسئلہ آمین بالجہر اس عبارت سے بھی بخوبی ظاہر ہے۔ مگر میرا خیال ہے

کر اصابہ کی عربی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کتاب "مہاجرین" میں مطلب اُلٹ گیا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ سے نہیں فرمایا بلکہ حضرت بلال رضؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے آمین میں سبقت نہ کریں۔

۷۔ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ روایت کرتے ہیں۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ (ابن ماجہ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جب آپؐ ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے۔

آمین سے یہودیوں کو دشمنی

۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ

(ابن ماجہ فاروقی ص۶۲)

تم سے یہودی لوگ اتنا حسد کسی چیز میں نہیں رکھتے جتنا حسد وہ تمہارے سلام کرنے اور آمین بولنے سے رکھتے ہیں۔

جب مسلمان آپس میں سلام کرتے تو مدینہ میں بسنے والے یہود کو ایک آنکھ نہ بھاتا اور جب آمین پکار کر بولتے تو حسد سے جل مرتے (آج مسلمانوں کے سلام اور آمین سے چڑنے والے خود اسلام کا نام لینے والے ہی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے تمام لوگوں کے لئے یہ حکم لگا دیا کہ آمین خوب اچھی طرح بولو۔ چنانچہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں نماز میں بلند آواز سے آمین بولنے کے باب میں یہ حدیث لائے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور اُمت محمدیہ کے سب سے بڑے مفسر قرآن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَسَدَتْکُمُ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ مَا حَسَدَتْکُمْ عَلٰی اٰمِیْنَ فَاَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ اٰمِیْنَ (ابن ماجہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی تم سے اتنا حسد کسی چیز میں نہیں کرتے جتنا حسد آمین پر کرتے ہیں۔ پس آمین زیادہ کہا کرو۔

حنفی مذہب کے فقہاء کرامؒ کی تحقیق

یہ چند حدیثیں اور روایتیں میں نے یہاں بیان کر دیں۔ ورنہ علامہ شوکانیؒ نے آمین کے متعلق سترہ حدیثیں اور تین آثارِ صحابہ گنوائے ہیں۔ ان احادیث سے ہمیں یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم اہلِ حدیث بلند آواز سے نماز میں آمین کہتے ہیں تو اس کے دلائل کوئی گرے پڑے نہیں ہیں بلکہ نہایت ہی مضبوط، ٹھوس، صحیح اور کثیر التعداد آثار پر ہم نے یہ عمل اختیار کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں میں بلند آواز سے آمین کہنے کا مسئلہ شر و فساد اور نفرت کا باعث بنا ہوا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی اور شریعت سے دوری ہے کہ سُنّت سے ثابت شدہ کاموں کو نفرت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ کئی مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنے والوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ہسورد والے بھائیوں نے بھی ہمارے خلاف لکھے جانے والے رسالے میں آمین کے متعلق اشارہ کیا ہے اور اس مسئلے میں دُنیا دار مولویوں نے عوام میں نفرت پھیلا دی اور صحیح بات چھپا گئے۔ مگر خدا سے ڈرنے والے محقق علماء حنفیہ نے ہماری بھرپور تائید کی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کئی درسی کتابوں کے حواشی لکھنے والے جید عالم عبدالحی حنفی مرحوم اور مذہب حنفی کے زبردست مؤید و مجتہد علامہ کمال الدین ابن الہمام

رحمۃ اللہ علیہ اور منیۃ المصلی کی شرح لکھنے والے علامہ ابن امیر الحاجؒ نے نماز میں آمین بلند آواز سے بولنے والوں کو ہی صحیح بتایا ہے۔ چنانچہ شرح وقایہ عربی جلد اوّل ص۱۴۱ پر جو یہ بیان ہے کہ آمین مقتدی آہستہ بولے۔ اس بے سند عبارت پر علامہ عبدالحی حنفی اس کتاب کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں جو تحقیق کر رہے ہیں اُسے مانے بغیر چھٹکارا ہے ہی نہیں۔ لکھتے ہیں :۔

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ	امام احمدؒ، ابوداؤد، ترمذی، طبرانی، دارقطنی
وَالطَّبْرَانِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَالْحَاکِمُ	اور حاکم وغیرہ نے حضرت وائلؓ سے روایت
وَغَیْرُھُمْ عَنْ وَائِلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ	کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَلَغَ غَیْرِ	غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آمین
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ	کہی اور آواز پست رکھی اور ایک روایت
اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ	میں ہے کہ آمین آہستہ کہی۔ لیکن وہ حدیث
وَاَخْفٰی بِھَا لٰکِنِ اتَّفَقَ الْحُفَّاظُ وَاِلَیْھِمُ	کے حفاظ جن کی طرف سندوں کی تحقیق و
الْمَرْجَعُ فِیْ تَنْقِیْدِ الْاَسَانِیْدِ اَنَّ فِیْ	تنقید میں رجوع کیا جاتا ہے اس بات پر
سَنَدِہٖ خَدْشَۃً وَّخَطَأً مِّنْ شُعْبَۃَ	متفق ہیں کہ اس حدیث کی سند میں خدشہ
اَحَدُ رُوَاتِہٖ وَالصَّحِیْحُ فَجَھَرَ بِھَا	ہے اور اس حدیث کے راویوں میں سے
وَقَدْ ثَبَتَ الْجَھْرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ	ایک راوی شعبہ سے (اس حدیث کے
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَسَانِیْدَ مُتَعَدِّدَۃٍ	بیان کرنے میں خطا ہو گئی ہے اور صحیح
یُقَوِّیْ بَعْضُھَا بَعْضًا فِیْ سُنَنِ ابْنِ مَاجَۃَ	یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَالنَّسَائِیِّ وَاَبِیْ دَاؤدَ وَجَامِعِ التِّرْمِذِیِّ	بلند آواز سے آمین کہی ہے اور رسول اللہ

وَصَحِيْحِ ابْنِ حِبَّانَ وَكِتَابِ الْاُمِّ لِلشَّافِعِيِّ وَعَنْ جَمْعٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ بِرِوَايَاتِ ابْنِ حِبَّانَ فِيْ كِتَابِ الثِّقَاتِ وَغَيْرِهٖ وَلِهٰذَا اَشَارَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا كَابْنِ الْهُمَامِ فِيْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ وَتِلْمِيْذِهِ ابْنِ اَمِيْرِ الْحَاجِّ فِيْ حِلْيَةِ الْمُحَلِّيْ شَرْحِ مُنْيَةِ الْمُصَلِّيْ اِلٰى قُوَّتِهٖ بِدَايَةً كَمَا بَسَطْتُهٗ فِي التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدِ عَلٰى مُؤَطَّا مُحَمَّدٍ وَفِي السِّعَايَةِ وَلَقَدْ طَالَ النِّزَاعُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَمَا يُمَاثِلُهَا فِيْ عَصْرِنَا بَيْنَ عُلَمَاءِ عَصْرِنَا وَعَوَامِ دَهْرِنَا فَاَنْكَرَ كُلٌّ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ وَرَدَّ مَا ادَّعَتْهُ الْاُخْرٰى مُطْلَقًا فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا عَصَمَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ

(شرح وقایہ ص۱۶۷ کا حاشیہ ۳)

صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین بلند آواز سے کہنا متعدد روایتوں سے ثابت ہے جو روایتیں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، وہ روایتیں سنن ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد، جامع ترمذی صحیح ابن حبان کی روایتوں کے مطابق جو کتاب الثقات میں ہیں کہ نبی کریمؐ کے تمام اصحاب سے اسی طرح آیا ہے۔ اسی لئے ہمارے بعض (حنفی) اصحاب جیسے ابن ہمام نے (اپنی شرح ہدایہ) فتح القدیر میں اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج نے حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں یہ اشارہ کیا کہ از روئے روایت کے (آمین بالجہر کی حدیث ہی) قوی ہے جیسا میں نے التعلیق الممجد شرح مؤطا امام محمدؒ اور سعایہ میں بڑی بسط سے بیان کیا ہے

آج ہمارے زمانے کے علماء اور عوام میں یہ جھگڑا بڑا طول پکڑ گیا ہے اور ہر گروہ نے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو مطلق رد کر دیا ہے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اللہ اس جھگڑے سے ہم کو محفوظ رکھے (آمین)

آپ کے علماء اور فقہاء کے اس بیان کے بعد ہم اہلِ حدیثوں کو غلط ٹھہرانا چیرہ دستی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ آپ کے یہاں کی کتاب کے اِس بیان سے حسب ذیل

باتیں ثابت ہوتی ہیں۔
(۱) آمین آہستہ بولنے کی روایت میں خدشہ اور غلطی ہے۔
(۲) بلند آواز سے آمین بولنے کی روایتیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔
(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت بلند آواز سے آمین بولنا ہے۔
(۴) اس مسئلہ میں آج کے بعض علماء عوام کو لڑاتے ہیں۔
(۵) اگر دینی مسائل میں اختلاف ہو تو فقہی عبارتوں کی طرف نہیں بلکہ حفاظِ حدیث محدثین کے مدلّل اور مستند فیصلوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اب حفاظِ حدیث اور فنِ رجال کے اماموں کی طرف رجوع کر کے اُن کے فیصلے کو دیکھیں۔ اس مسئلہ کی بحث میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع ترمذی عربی کے صفحہ ۳۴ پر پورا ایک باب باندھا ہے۔ اہلِ علم اور اہلِ انصاف کے لئے ہم یہاں پورے باب کا ترجمہ پیش کئے دیتے ہیں۔

"جو کچھ آمین کے بارے میں آیا ہے اُس کے متعلق یہ باب ہے۔ (امام ترمذیؒ کہتے ہیں) ہم کو حدیث بیان کی یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے سُفیان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے سلمہ بن کہیل نے بیان کیا۔ وہ حجر بن عنبس سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھا اور آمین بھی کہی اور آمین کے ساتھ آواز اونچی کی اور اس باب میں (یعنی بلند آواز سے آمین کہنے میں) حضرت علیؓ

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی روایتیں ہیں۔ ابو عیسیٰ (یعنی امام ترمذیؒ) کہتے ہیں، وائل بن حجر کی حدیث حسن ہے۔ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بہت سے اہل علم بھی ایسا ہی کہتے ہیں اور تابعین کرام بھی اور ان کے بعد والے (تبع تابعین) بھی یہی کہتے ہیں کہ آدمی آمین کہنے میں آواز بلند کرے اور آواز پست نہ کرے۔ امام شافعیؒ امام احمد اور اسحٰق رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور (سفیان کی جگہ) شعبہ نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے انھوں نے حجر بن ابی العنبس سے، انھوں نے علقمہ بن وائل سے روایت کیا ہے اور علقمہ نے اپنے والد (وائل بن حجرؓ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آمین کہی اور آمین کے ساتھ آواز پست رکھی۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذیؒ) کہتے ہیں کہ میں نے محمد (یعنی امام بخاریؒ) سے سنا وہ کہتے تھے کہ اس بارے میں سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اس حدیث کے روایت کرنے میں شعبہ نے کئی جگہ غلطی کی ہے۔ ایک غلطی یہ ہے کہ شعبہ نے حجر بن عنبس کو حجر بن ابی العنبس کہا ہے جن کی کنیت ابو السکن ہے اور شعبہ نے سند میں علقمہ بن وائل کو اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ حالانکہ حجر بن عنبس خود وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں اور شعبہ نے تیسری غلطی یہ کی کہ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ (آواز پست رکھی) کہدیا حالانکہ صحیح مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ (آمین کے ساتھ آواز بلند کی) ہے۔ ابو عیسیٰ (امام ترمذیؒ) کہتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذی وغیرہ کے استاذ) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ سفیان والی حدیث اس بارے میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علاء بن صالح اسدی نے

بھی اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے سفیان کی حدیث کے مانند روایت کیا ہے۔ (اور وہ روایت یہ ہے) ابو عیسیٰ (امام ترمذی) کہتے ہیں کہ ہم کو ابو بکر محمد بن ابان نے حدیث بیان کی۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا۔ وہ علاء بن صالح اسدی سے، وہ سلمہ بن کہیل سے وہ حجر بن عنبس سے وہ وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں اور وائل بن حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں بالکل سفیان کی حدیث کی طرح جو سلمہ بن کہیل سے روایت کی گئی ہے (جس میں آمین بلند آواز سے کہنے کا ذکر ہے۔

یہ ہے وہ محاکمہ اور فیصلہ جسے حفاظِ حدیث نے کیا ہے اور جس کی طرف ابن الہمام حنفی نے اور علامہ امیر الحاج حنفی نے اشارہ کرکے صحیح بتایا ہے اور اسی بنیاد پر علامہ عبد الحی حنفی رح نے بھی فیصلہ کیا ہے کہ آہستہ آمین کہنے کی روایت میں خدشہ اور غلطیاں ہیں اور اونچی آواز سے آمین کہنے کی حدیث صاف اور بے داغ ہے۔ اور صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل تھا جسے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا صحابہ کرام کا طرزِ عمل اختیار کرنے کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بھی موجود ہے۔ چنانچہ مقدمہ عالمگیری جلد اول صہ۲۲ میں ہے: امام عالی مقام فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو پہنچے ہمارے سر آنکھوں پر ہے ہم کو مخالفت کی مجال نہیں اور جو صحابہ سے پہنچے وہ بھی سر آنکھوں پر ہے۔" الحمد للہ اس مسئلہ میں صحیح حدیثیں بھی آچکی ہیں اور عملِ صحابہ بھی)۔

سفیانؒ کی روایت میں آپ نے پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہا۔ اور شعبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے آہستہ آمین کہی۔ حالانکہ شعبہ نے غلطی کی ہے۔ تاہم اِس غلطی کرنے اور اس روایت کے ضعیف ہونے پر بھی اِس حدیث میں بالکل ہی آمین بولنے کی ممانعت ہرگز نہیں ہے۔ راوی کا بیان موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا الضَّآلِّیْن پڑھ کر آمین کہی آمین میں آواز کو پست یعنی ہلکا رکھا۔ اب ظاہر بات ہے کہ اتنا پست رکھا کہ راوی حدیث نے آپ کی آواز سنی۔ ورنہ راوی حدیث کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نے بولی یا نہیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ امام اتنی ہلکی آواز میں آمین کہے کہ پہلی صف والے سن لیں۔

عینی الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل ص۳۶۲ میں حنفی مذہب کے زبردست مجتہد و محقق کا فیصلہ یہ ہے:

"ابن ہمام نے آہستہ آمین والی حدیث کو ضعیف کہہ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آمین درمیانی آواز سے ہونی چاہیئے۔

ابن الہمامؒ اپنی شرح ہدایہ فتح القدیر مطبوعہ ہند جلد اوّل ص۱۲۱ میں لکھتے ہیں:

لَوْکَانَ اِلَیَّ شَیْءٌ لَوَفَّقْتُ بِاَنَّ رِوَایَۃَ الْخَفْضِ یُرَادُ بِھَا عَدَمُ الْقَرْعِ الْعَنِیْفِ

اگر میرے ہاتھ میں فیصلہ ہو تو میں یہی مطابقت دوں گا کہ آہستہ آمین کہنے کے میں یہ مُراد ہے کہ بہت زوردار آواز میں چلا کر نہ کہے (بلکہ درمیانی آواز رکھے)

"امام کی آواز سن کر مقتدی آمین کہیں۔ (غایۃ الاوطار جلد اوّل ص۲۲۲)

ستم ظریفی! یہ ثابت ہوگیا کہ آمین میں آواز ہلکی رکھنے کی روایت کمزور ہے

اور آمین بلند آواز سے بولنے کی حدیثیں صحیح اور مرفوع ہیں۔ ان کے علاوہ بعض مرسل اور موقوف وغیرہ ہیں جن سے آمین اونچی آواز سے بولنے کا مسئلہ اور زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جہاں جہاں حدیث کی کتابوں میں یہ روایتیں آئی ہیں وہاں اُن کتابوں پر حاشیے چڑھائے گئے ہیں اور اُن حاشیوں میں اسی ضعیف اور مخدوش حدیث سے صحیح حدیثوں کو کاٹنے اور عملِ صحابہ کو رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بخاری شریف سے لے کر مشکوٰۃ تک تمام احادیث کی کتابوں پر ایسے ہی حاشیے ملیں گے۔ مثال کے طور پر ابن ماجہ مطبوعہ فاروقی کا حاشیہ دیکھیں تو اُس کی عربی عبارت میں بڑی مضحکہ خیز باتیں ملیں گی۔ چنانچہ ص۶۲ کے عربی حاشیہ میں پہلے تو اس ضعیف روایت کو صحیح لکھ مارا۔ پھر شاید حفاظِ حدیث اور گھر کی شہادتوں کا خیال آیا تو اس کو علت والی قرار دے دیا۔ پھر سفیان والی صحیح روایت برداشت نہ ہوسکی تو حاشیہ نگار نے اُسے علت والی بتادیا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ شعبہ اور سفیان والی دونوں روایتیں معلول ہیں۔ لہٰذا عمل عبداللہ بن مسعودؓ کے قول پر ہوگا کہ حضرت ابن مسعودؓ آہستہ آمین بولنے کو کہتے تھے۔

اِن بے چارے حاشیہ نگاروں کو دوسرے صحابہ کرام کی روایت کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کیا نظر نہیں آتیں! بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے، ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے۔ مسند احمد، طبرانی اور ابن ماجہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے مرفوع احادیث ہیں اور ابنِ ماجہ میں ابن عباس سے، طبرانی کبیر میں حضرت سلمانؓ سے اور ام الحصین سے روایات آمین بلند آواز سے بولنے کی آئی ہیں۔ اُمّ المومنین اُمّ سلمہؓ اور حضرت

سمرہؓ کی مرویات بھی ہیں۔ ان سب سے حاشیہ نگار نے آنکھیں بند کر کے صرف شعبہ اور سفیان کی روایتوں کو معلول قرار دیا اور سمجھ لیا کہ اب آمین آواز سے بولنے کی کوئی حدیث نہیں رہی۔ اس لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول یاد آیا اور مطلب بنانے کی کوشش کی۔ حالانکہ حاشیہ نگار کی تینوں باتیں غلط ہیں۔

(۱) شعبہ کی ہلکی آواز سے آمین بولنے کی حدیث بے شک معلول ہے اور حنفی فقہ میں اس کا اقرار آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور سفیان کی اونچی آواز سے بولنے کی روایت صحیح ہے جس کے متعلق محدثین کا فیصلہ اور فقہاء کی تائید آپ پڑھ چکے ہیں۔

(۲) سفیان کی روایت کے علاوہ اور بہت سی احادیث آمین بالجہر کی موجود ہیں۔

(۳) حدیثوں کی موجودگی میں ان کے خلاف کسی بھی صحابی کا قول کسی بھی مذہب میں قابل قبول نہیں ہے۔ پھر بھی ابن مسعودؓ کا قول پیش کرنا ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے؟
میرے بھائی ایک بات آپ کی معلومات کیلئے عرض کر دوں کہ اس قول کی سند بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچتی۔ صرف ابراہیم نخعی تک اس کا سلسلۂ سند رک جاتا ہے (دیکھو امام ابن الہمام کی فتح القدیر)
یعنی قول بھی منقطع السند اور معلق ہے اور معلق روایت اصول کے رو سے ناقابلِ قبول ہے۔

حضرت علی، حضرت عمر وغیرہ کا اثر بھی یہ حاشیہ نگار لاتے ہیں کہ یہ صحابہ آمین نہیں بولتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نام لینا بھی غلط ہے کیونکہ حضرت علیؓ سے خود امام ابن ماجہ نے آمین اونچی آواز سے کہنے کی حدیث روایت کی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان صحابہ کا نام بھی غلط استعمال کیا گیا ہے۔ دوم یہ کہ ان آثار کی سند کا یہ حال ہونے

کے ساتھ ساتھ جن کتابوں میں یہ آثار ہیں وہ کتابیں بھی ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اور یہ کتابیں طحاوی، ابن جریر اور ابنِ شاہین ہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں ہے کہ ابن جریر اور ابنِ شاہین وغیرہ چوتھے درجے کی کتابیں ہیں، جو کچھ ان میں ہے ناقابلِ عمل ہے اور اس لائق نہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ اور عمل ثابت کیا جائے (پھر بھی اگر ثابت کیا جائے اور وہ بھی صحیح حدیثوں کو رد کر کے تو مقامِ تعجب ہے) اور طحاوی کو تیسرے درجے کی کتاب قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ تیسرے درجے کی کتابیں بغیر تحقیق کئے نہیں لی جا سکتیں (تفصیل کے لئے دیکھو عین الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۵ مقدمہ میں)

اور جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو آثار صحابہ بھی غیر مستند ثابت ہوتے ہیں اور باقی جو رہ جاتا ہے وہ وہی ہے جو ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور دوسروں کو بھی حکم دیا کہ نماز جہری میں سورہ فاتحہ کے اختتام پر بلند آواز سے آمین کہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ شان اور مقامِ بلند میں سے ایک بے مثال بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی احادیثِ مبارکہ اور آپ کی سُنتوں کو صحیح سند کے ساتھ باقی رکھا۔ الحمد

آمین کب کہیں

کچھ روایتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام کے آمین کہنے کے بعد آمین کہنی چاہیئے لیکن دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اس صورت میں دونوں کی ایک ساتھ ہوگی۔ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام روایتوں کے پیش نظر امام اور مقتدی کا ایک ساتھ آمین کہنا اچھا کہا ہے۔ تاکہ اگر فرشتوں کی آواز سے ہماری

آواز ملے تو سب کی مغفرت ہو جائے۔ بہر حال اس امر میں دونوں طرح کی وسعت ہے

اب خاموش رہیئے اور آیات کا جواب دیجیئے

سورہ فاتحہ پڑھنے اور آمین کہنے کے بعد اب امام کی دوسری قرأت آپ خاموشی اور ادب کے ساتھ سنیں۔ جو شخص سورہ فاتحہ کی قرأت کے بعد جماعت میں شامل ہو تو آہستہ سورہ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ آخر آخر قیام کی حالت تک جو شخص سورہ فاتحہ پڑھ لے تو اُس کی نماز صحیح ہے۔ لیکن امام کے رکوع میں جانے کے بعد مقتدی قیام کرکے سورہ فاتحہ نہ پڑھیں۔ کیونکہ یہ نافرمانی پر نافرمانی ہے (دیکھو نیل الاوطار) اگر امام رکوع میں ہے تو تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کاندھوں تک اُٹھائے پھر سیدھا رکوع میں چلا جائے۔ ہاتھ باندھ کر پھر ہاتھ کھول کر رکوع میں جانے کی ضرورت نہیں۔ جب امام سلام پھیرے تو مقتدی اُٹھ کر اپنی یہ فوت شدہ رکعت پڑھ لے۔ احتیاط اسی میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام کی قرأت میں جہاں جہاں آیت عذاب آئے تو وہ عذاب سے پناہ مانگے۔ اور جہاں جہاں رحمت و جنت کا بیان آئے وہاں پر اللہ کی رحمت کا سوال کرے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت ہے (ترمذی) مگر آج کل ایسے امام رکھے جاتے ہیں کہ جن بے چاروں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کون سے بیان سے قرأت میں گزر رہے ہیں۔ خاص کر مندرجہ ذیل آیات پر جواب دینے کیلئے احادیث میں حکم آیا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے

عَلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَرَأَ عَلَیْھِمْ سُوْرَۃَ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَوَّلِھَا اِلٰی اٰخِرِھَا فَسَکَتُوْا فَقَالَ لَقَدْ قَرَأْتُھَا عَلَی الْجِنِّ لَیْلَۃَ الْجِنِّ فَکَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِنْکُمْ کُنْتُ کُلَّمَا اَتَیْتُ عَلٰی قَوْلِہٖ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ قَالُوْا لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ

(مشکوٰۃ باب القرأۃ بحوالہ ترمذی)

پاس تشریف لائے پس آپ نے سورہ رحمٰن اوّل سے آخر تک انھیں پڑھ کر سُنائی تو وہ لوگ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا میں نے اس سورت کو جنّوں کی رات میں جنات پر پڑھا تو جواب دینے میں وہ تم سے اچھے تھے جب بھی میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ الخ یعنی تم جنات اور انسان اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاتے ہو تو وہ جنات جواب میں کہتے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ (یعنی اے پروردگار ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تیرے لئے حمد ہے)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرما رہے تھے لیکن سُننے والوں کو بھی آپ نے پڑھنے والے کی طرح آیت کا جواب دینے کی ترغیب دی حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے یہ استدلال اور استنباط کیا ہے کہ جن آیتوں کا جواب دینا پڑھنے والے پر ہے، سُننے والے بھی اسی طرح جواب دیں۔ چنانچہ مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (اپنے بلند پروردگار کی پاکی بیان کر) پڑھتے تو جواب دیتے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (میرا بلند پروردگار پاک ہے۔) اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ پڑھے اور اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ تک پہنچے (یعنی کیا اللہ تعالیٰ حاکموں کا حاکم نہیں ہے) تو جواب میں کہے بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ (یعنی ہاں میں اس پر گواہی دینے والوں

میں ہوں۔ اور جب سورہ قیامہ کی آخری آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِـيَ الْمَوْتٰى پڑھے (یعنی کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ وہ مُردوں کو زندہ کرے) تو جواب میں کہے بَلٰی (ہاں وہ قادر ہے) اور جب سورہ والمرسلات پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (اس کے بعد پھر کس بات پر ایمان لائیں گے) تو جواب دے اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (یعنی ہم ایک خدا پر ایمان لائے)

حنفی مذہب میں بھی نماز میں آیات کا جواب دینے کا ثبوت ملتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام کو بھی قرأت کرتے ہوئے ان آیات کا جواب دینے کے لئے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے۔

اور عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل ص۴۴۲ میں ہے:

"نماز میں آیات کا جواب دینا ثابت ہے۔"

رکوع میں رَفعُ الیَدَینْ یعنی ہاتھ اُٹھانا

امام جب اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے تب مقتدیوں کو اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جانا چاہیے اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھا کر رَفعُ الیَدَین کرنا یعنی ہاتھوں کو کاندھوں یا کانوں تک اُٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مستمرہ ہے۔ آپؐ نے ہمیشہ یہ سُنّت ادا کی ہے۔

لیکن ہمارے مسور والے بھائیوں نے ہمارے خلاف جو رسالہ شائع کیا ہے اس کے آخری صفحے میں لکھا ہے کہ "رفع یدین نہ کرنا شروع اسلام میں تھا اور بعد میں منسوخ ہوا۔ علقمہ نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ ۵۲ حدیث تو کیا

اور بھی اَن گنت احادیث ہوں تب بھی ایک ابنِ مسعودؓ کی حدیث کافی ہے۔"
"کرنا" کو "نہ کرنا" لکھ دیا ہے۔آپ تصحیح فرمالیں۔

ہمارے ہسوروالے حنفی بھائیوں کا دعویٰ سورہ فاتحہ کے بارے میں بھی ایساہی تھا کہ "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فتویٰ دیا ہے اور خوب شدومد سے ثابت کر دیا ہے۔ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔"

اس "واضح فتویٰ" اور "شدومد" کا جو حشر ہوا وہ آپ نے ہمارے سورہ فاتحہ کے مضمون میں ملاحظہ فرمالیا کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد امام محمد، ان کے شاگرد ابوحفص کبیر اور عبداللہ بن مبارک اور امام اعظم کے استاد عطاء اور دوسرے استاذ حماد اور ان کے مذہب کے بہت سے مشائخ اولیاء فقہاء اور علماء رحمہم اللہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

آئیے اب رفع الیدین کے بارے میں اِن بھائیوں کے دعویٰ کی حقیقت دیکھ لیں۔ اللہ اگر توفیق دے تو بے تحقیق بات کبھی زبان سے نہ کہنی چاہیئے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "دین میں رائے سے بچو اور سُنّت کے تابع رہو اور اس سے باہر جو ہے وہ گمراہی ہے۔"
(دیکھو مقدمہ عالمگیری اُردو جلد اوّل ص۲۲)

حنفی مذہب کی کتابوں اور فقہاء سے رفع الیدین کا ثبوت

احادیث بیان کرنے سے پہلے ہم آپ کے مذہب کی کتابوں میں رفع یدین نہ کرنے

کے بیان میں جگہ جگہ رفع الیدین کرنے کے بھی فتوے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رفع یدین کرنے کی بحث میں کتنی جان ہے اور نہ کرنے کے دلائل کیسے ہیں۔

۱۔ نورالہدایہ اُردو ترجمہ شرح وقایہ ص۱۰۲ پر یہ عبارت غیر مقلد کی تائید میں ہے
"رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے"

۲۔ عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل ص۳۸۹ میں مقلدین کی عبارت دیکھئے
"رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں"

رفع الیدین نہ کرنے کی بحثیں ہم نے بھی دیکھی ہیں لیکن مذکورہ عبارتوں کا کیا جواب ہے۔ جب آپ کی کتابوں میں یہ تحقیق ہے تو ہم کونسا گناہ کر رہے ہیں اور آپ کیا کمال کر رہے ہیں۔

۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

رفع الیدین کو اکثر فقہاء اور محدثین سُنّت ثابت کرتے ہیں۔ (مالابد منہ اُردو ص۴۲)

نوٹ: قاضی صاحب نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو رفع الیدین سے مستثنیٰ بتایا ہے لیکن ان کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ان شاء اللہ ہم آگے دلیل کے ساتھ سیدنا امام اعظمؒ کے متعلق بیان کریں گے۔

۴۔ حنفی گھرانے کے چشم وچراغ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص۸ پر لکھتے ہیں:-

وَالَّذِیْ یَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّنْ لَّا یَرْفَعُ فَاِنَّ اَحَادِیْثَ الرَّفْعِ اَکْثَرُ وَاَثْبَتُ	جو شخص رفع الیدین کرتا ہے وہ مجھے رفع الیدین نہ کرنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ رفع الیدین

کی حدیثیں بہت زیادہ اور صحیح ہیں۔

۵۔ مولانا عبدالحی حنفیؒ کا رفع الیدین کے متعلق حرفِ آخر

اپنی شرح سعایہ جلد اوّل صـ۲۱۳ پر فرماتے ہیں :۔

وَالْحَقُّ فِیْ ثُبُوْتِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَثِیْرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ بِالطُّرُقِ الْقَوِیَّۃِ وَالْاَخْبَارِ الصَّحِیْحَۃِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے بہت سے اصحاب کرام سے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین برحق ثابت ہے۔ قوی طریقے اور صحیح حدیثوں کے ساتھ۔

۶۔ اور التعلیق الممجد حاشیہ مؤطا امام محمدؒ صـ۸۹ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

اِنَّ ثُبُوْتَہٗ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرُ وَاَرْجَحُ وَاَمَّا دَعْوٰی نَسْخِہٖ فَلَیْسَتْ بِمُبَرْھَنٍ عَلَیْھَا بِمَا یَشْفِی الْعَلِیْلَ وَیُرْوِی الْغَلِیْلَ

رفع الیدین کرنے کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ حدیثوں اور نہایت ہی راجح روایتوں سے موجود ہے اور جو لوگ اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا کرتے ہیں وہ دعویٰ ایسا بے دلیل ہے جس سے مریض کی نہ تشفی ہوتی ہے اور نہ پیاسے کی پیاس بجھتی ہے۔

آپ جو رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس کے متعلق یہ گھر کی شہادت آپ کے لئے کافی ہے اور سنیئے :۔

۷۔ علامہ ابوالحسن سندھی حنفی حاشیہ ابنِ ماجہ جلد اوّل مطبوعہ مصر کے صـ۱۴۶

پر لکھتے ہیں :۔

وَاَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّ ذَالِكَ الْحَدِيْثَ نَاسِخٌ لِرَفْعِ غَيْرِ تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ فَهُوَ قَوْلٌ بِلَا دَلِيْلٍ۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اِس حدیث سے رفع الیدین پہلی تکبیر (تحریمہ) کے علاوہ منسوخ ہوگیا تو اُن کا قول بلا دلیل ہے

(آگے لکھتے ہیں کہ رفع الیدین کی حدیثیں بہت زیادہ قوی اور تعداد میں بہت زیادہ ہیں) پھر بھی اگر آپ حضرات اس کو منسوخ کہیں اور منسوخ کہنے والے کا قول معتبر سمجھیں تو اس کا کیا علاج۔

۸۔ عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل صفحہ ۳۸۶ پر ہے۔

"حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین صحیح ثابت ہے"

میرے بھائی! عین الہدایہ کی یہ عبارت بھی مقلدین ہی کی ہے۔ وہ ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے مقلدین منسوخ بتا رہے ہیں۔ یہ تضاد کیوں اور ہماری مخالفت کس لئے ؟

امام اعظمؒ کے شاگرد عصام بن یوسفؒ رفع یدین کرتے تھے

۹۔ مقدمہ عالمگیری اُردو طبع قدیم مطبع نولکشور لکھنؤ جلد اوّل صفحہ ۵ میں ہے کہ حضرت عصام بن یوسفؒ رفع یدین کرتے تھے۔

۱۰۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ کَانَ

عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَرْفَعُ يَدَيْہِ (جزء رفع الیدین امام بخاری ص۸)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع میں لکھتے ہیں:۔
وَبِہٖ يَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَكِ عبداللہ بن مبارک رفع الیدین کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

۱۱۔ امام اعظمؒ کے استاد حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

امام بیہقیؒ حضرت عطاء بن ابی رباح کے متعلق بیہقی جلد دوم ص۷۳ پر لکھتے ہیں کہ ایوبؒ کا بیان ہے، میں نے عطاء کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ

يَرْفَعُ يَدَيْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

وہ جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔

۱۲۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تحقیق

(۱) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان پہلے گزر چکا ہے کہ اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اس فرمان کے مطابق آپ کا مذہب رفع الیدین کے بارے میں وہی ہوگا جو صحیح بخاری وغیرہ میں رفع الیدین کرنے کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اگر کوئی قول آپ کا رفعِ یدین نہ کرنے کا ہے تو وہ آپ ہی کے اس فرمان سے منسوخ ہوگا۔ (تعجب ہے کہ آپ رفع یدین کرنا منسوخ کر رہے تھے مگر یہاں کس خوبصورتی سے رفع یدین نہ کرنا

منسوخ ہو رہا ہے، ویسے بھی صحیح سلسلۂ سند کے ساتھ رفع الیدین نہ کرنے کا حضرت امام عالی مقام کا کوئی قول ملنا مشکل ہے۔ اور مکہ میں امام اوزاعی سے رفع الیدین کے بارے میں جو مناظرہ حاشیہ نگار نقل کرتے ہیں اُس کی سند بھی نہیں ملتی اور مضمون کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا جو امام عالی مقام کی جلالتِ شان سے بعید ہے۔

اگر قرائن سے دیکھا جائے اور باریکی سے تحقیق کی جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی رفع الیدین کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔

(۲) جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ عطاءؒ اور شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ اور شاگرد کے شاگرد عصام بن یوسفؒ رکوع کا رفع الیدین کرتے تھے تو آپ بھی کرتے ہوں گے۔

(۳) ہدایہ عربی جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۸۴ پر نماز شروع کرتے وقت پہلا رفع الیدین کرنے اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر اور اس کی سیدھ میں رکھنے کا بیان ہے اور امام شافعیؒ کا مسلک کاندھوں تک ہاتھ اُٹھانا ہے۔ پھر ان دونوں کی دلیلوں کا بیان ہے کہ امام شافعی کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جسے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ ہماری (حنفی مذہب کی) دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت وائل بن حجر، براء اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ حضرت وائل کی حدیث اسی ہدایہ کے صفحہ ۸۴ کے حاشیہ نمبر ۱۲ میں اس طرح نقل کی ہے۔

۱۲ قَوْلُهٗ لِرِوَایَةِ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ اَنَّهٗ رَأَى النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

روایت وائل کے متعلق: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے

رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ الصَّلٰوةَ حِيَالَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ الخ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں کے محاذ اور سیدھ میں اُٹھائے پھر کپڑا اوڑھ لیا اور داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پس جب آپ نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے کپڑے سے ہاتھ نکالے پھر دونوں ہاتھوں کو اونچا کیا۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا پھر جب آپ نے رکوع سے اٹھ کر، سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو دونوں ہاتھ پھر اُٹھائے۔

اس حدیث سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلیل لی ہے کہ تکبیر تحریمہ میں کانوں کے برابر اور محاذ میں ہاتھ اُٹھانے چاہیئے (کانوں کی لَو چھونا حضرت امام کا مسلک نہیں ہے) تو پھر اس کے بعد رکوع میں جاتے اور اُٹھتے وقت جو ہاتھ اُٹھانے کا ذکر اسی حدیث میں موجود ہے یقیناً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی تسلیم کیا ہے یہ بات تو قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ ایک حدیث میں سے ایک بات تو لی اور اسی حدیث کی دوسری بات انھوں نے چھوڑ دی۔

(۴) علامہ محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اس کے متعلق بڑی زبردست اور ہمارے مدعا کے لئے مؤثر ہے۔ علامہ عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری طبع قدیم مطبوعہ مصر کے تیسرے جز میں اور طبع جدید مصر کے جزء خامس میں سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رکوع کے رفع الیدین کی بحث میں اور باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی نقل کی ہے:

وَحُكِيَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ مَا يَقْتَضِيْ الْاِثْمَ لِتَرْكِهٖ
حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ رفع الیدین چھوڑنے پر گناہ ہوتا ہے۔

۱۳۔ حنفی مذہب کی بہت ہی مشہور اور معتبر کتاب فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ ۴۵۹ پر یہ عبارت ہے۔

وَرَفَعَ يَدَيْهِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ وَمَا رُوِيَ عَنِ الْفَسَادِ فَشَاذٌّ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کیا ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ اس سے نماز خراب ہوتی ہے اُس کا قول ناقابل قبول ہے۔

۱۴۔ غایۃ الاوطار اردو ترجمہ درمختار جلد اول صفحہ ۲۹۲ میں ہے۔

"رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور فساد کی روایت خلاف درایت و روایت ہے۔"

حنفی مذہب کے محقق علماء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ سندھی اور مولانا عبدالحیٔ وغیرہ کی عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ رفع الیدین کی احادیث زیادہ اور بہت صحیح ہیں۔ نیز یہ کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث ضعیف ہیں جس کی تائید ہدایہ درمختار وغیرہ کے تراجم سے آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اب آخر میں حضرت امام عالی مقام واجب الاحترام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان ذی شان ملاحظہ فرمائیے۔

"جب صحیح حدیث مل جائے اور وہ مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ حنفی حدیث پر عمل کرنے سے مذہب سے باہر نہیں ہوگا۔" دیکھو مقدمہ عالمگیری اردو جلد اول صفحہ ۱۲)

اب رفع یدین کرنے کی احادیث کا مرتبہ اور ان کے خلاف روایتوں کا حال دیکھئے۔

رفع الیدین کرنے کی احادیث اور نہ کرنے کی روایات کی تحقیق

۱۵۔ صحیح بخاری شریف جلد اوّل جزء ۳ ص۱۰۲ اور صحیح مسلم شریف مع شرح نووی جلد اوّل ص۱۶۸ اور ترمذی شریف ص۳۶ باب رفع الیدین عند الرکوع اور ابوداؤد جلد اوّل ص۱۱۰ اور ابن ماجہ ص۶۲ باب رفع الیدین اور موطا امام مالک مع کشف الغطا ص۵۸ افتتاح الصلوٰۃ میں اور جزء رفع الیدین امام بخاری مطبوعہ فاروقی ص۹ مسند احمد جلد ۲ ص۱۶۶ اور عمدۃ القاری مطبوعہ مصر طبع اوّل جلد ۳ ص۵ (طبع ثانی مصری جزء ۵) اور بیہقی جلد دوم ص۶۹ اور موطا امام محمد ص۸۹ اور تلخیص الجبیر ص۸۲ اور مشکوٰۃ شریف جلد اوّل باب صفت الصلوٰۃ کی پہلی فصل کی چوتھی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ کاندھوں کے برابر کرتے۔ اسی طرح اُس وقت کرتے جب رکوع کے لئے اللہ اکبر کہتے اور اُس وقت بھی ایسا ہی کرتے جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور ایسا سجدے میں نہیں کرتے تھے۔

سُنن نسائی، کتاب الاُم امام شافعی، مسند شافعی، فتح الباری، منتقی، اعلام الموقعین، دار قطنی، دارمی، تجرید البخاری، جزء سبکی، رفع العجاجہ اور بلوغ المرام میں بھی یہ حدیث ہے۔ جس سے بخوبی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع الیدین کرتے تھے، اس حدیث میں ماضی استمراری کا صیغہ واحد کَانَ یَفْعَلُ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہ فعل ہمیشہ رہا بیہقی میں یہی روایت آئی ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہُ آپؐ کی نماز ہمیشہ اسی طرح رہی یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

۱۶۔ انتباہ: یاد رہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت کو رد کرنے کے لئے طحاوی کی ایک روایت ان ہی عبداللہ بن عمرؓ سے لاتے ہیں کہ انھوں نے صرف پہلی بار ہاتھ اٹھائے۔ تو اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۷۔ پہلا جواب یہ ہے کہ رفع الیدین کی حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ روئے زمین وہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے جس پر بخاری و مسلم متفق ہوں چنانچہ عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ ص۱۱ پر مقدمہ میں ہے:۔

"جس حدیث پر بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں وہ حدیث متفق علیہ کہلاتی ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث سب سے مقدم ہے۔"

اس لئے مقدم روایت کو طحاوی کی مؤخر روایت رد نہیں کرسکتی۔

۱۸۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ طحاوی کو فقہ حنفی کی تیسرے درجے کی کتاب قرار دیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اس کی روایتیں بغیر تحقیق نہیں لی جائیں گی۔ اور اس کے متعلق تحقیق بھی ایک حنفی عالم علامہ عبدالحی کی زبانی سنئے وہ لکھتے ہیں۔

"یہ اثر رفع الیدین نہ کرنے کا مردود ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن عیاش راوی ہے جس کے بارے میں تنقید وجرح کی گئی ہے۔ عبداللہ بن عمر تو خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت ہمیشہ رفع یدین کیا کرتے تھے۔ وہ اس کا خلاف خود کیسے کر سکتے تھے اور عبداللہ رض کا رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہو چکا ہے (دیکھو التعلیق الممجد صـ۹۳)

ایسی مردود روایت سے صحیح بخاری کی مقبول روایت رد نہیں کیجا سکتی۔

۱۹۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں بھی یہ اصول مسلم ہے کہ جس صحابی کی روایت کے خلاف اُن کا عمل بیان کیا جائے تو وہ عمل منسوخ اور ناقابلِ قبول ہے۔

اس اصول کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر سے حدیث نبوی رفع یدین کرنے کی بخاری شریف میں موجود ہے۔ اب ان کا وہ عمل کہ انھوں نے صرف پہلی بار نماز میں رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔ خود بخود منسوخ اور باطل ہو گیا۔

۲۰۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے اور ان کے شاگرد تابعین کرام نے روایت کیا ہے۔ روایت بھی اعلیٰ درجے کی سند کے ساتھ یعنی حضرت نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ محدثین مؤطا امام مالکؒ کی اس مختصر سند کو سلسلۃ الذہب (سونے کی کڑی) کہتے ہیں۔ سبحان اللہ اس سچی سند کے ساتھ ابن عمر کی روایت کے ساتھ عمل بھی رفع یدین کرنے کا موجود ہے۔ پھر اس کے مقابلے پر تیسرے درجے کی کتاب طحاوی کی مجروح اور مردود روایت پیش کرکے

کوئی دھوکا دے کہ رفع الیدین منسوخ ہوگیا تو دھوکا کھانے کی کوئی ضرورت نہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث آپ نے بیسیوں کتابوں کے حوالوں سے دیکھ لی۔ اب ان کا عمل نہایت قوی، مضبوط اور پیاری سند کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری شریف جلد اول جزء ص۱۰۲۔ اور ابوداؤد جلد اول ص۱۱۵ اور موطا امام مالک مع کشف المغطا ص۵۱ اور بیہقی جلد دوم ص۷۰ اور جزء رفع یدین امام بخاری اور عمدۃ القاری جلد سوم ص۱۲ طبع اول مصر اور مشکوٰۃ شریف جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ کی پہلی فصل کی پانچویں حدیث حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَالِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتوں کے بعد (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور ابن عمر اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے (جیسا کہ پہلی حدیث بخاری و مسلم کے حوالوں سے گزر چکی)

یعنی وہ دعویٰ بالکل باطل ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلے رفع الیدین کرتے تھے۔ بعد میں نہیں کرتے تھے۔ آپ نے بخاری شریف وغیرہ کی روایتوں سے

دیکھ لیا کر وہ ہمیشہ سنت کے مطابق رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ آج رفع یدین کرتے ہیں۔ ان کو کچی دلیلوں سے غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۲۱۔ بخاری شریف جلد اول جزء ۳ صفحہ ۱۰۲ اور مسلم شریف مع شرح نووی جلد اول صفحہ ۱۶۸ اور ابن ماجہ صفحہ ۶۲ اور جزء بخاری صفحہ ۹ اور بیہقی جلد ۲ صفحہ ۷۱ اور مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ کی پہلی فصل حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
رَفَعَ يَدَيْهِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ	کرجب آپ اللہ اکبر کہتے
رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ	اور جب رکوع کرتے

اس وقت بھی۔

۱۹۔ تیسیر صفحہ ۱۱۱

اس وقت میں ماضی پر اِذَا داخل ہے جس کے معنی مضارع و مستقبل کے ہیں یعنی آپ کا یہ عملِ شریف ہمیشہ رہا ہے۔ پھر رفع الیدین کب منسوخ ہوا۔ ویسے بھی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں ۹ھ میں ایمان لائے۔ پھر رفع یدین کس سال میں منسوخ ہوا منسوخ ہوا ہی نہیں پھر کون بتائے گا۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھ کر بتاتے تھے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے رفع یدین نہ کرنے کی تحقیق

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب نے لوگوں کو نماز پڑھ کر بتائی اور کہا کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نماز پڑھتا

Qamar Naqeeb Khan.

ہوں۔ (ابوداؤد جلد اوّل ص۱۱۹ پر اور ترمذی ص۳۶ پر اس روایت میں یہ الفاظ ہیں :۔

فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً انھوں نے صرف پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف پہلی بار ہاتھ اُٹھائے۔ یہی وہ روایت ہے جسے اہلِ مسور نے اپنے رسالے میں پیش کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کے آگے کوئی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ دعویٰ انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ ان کو خود اپنے مذہب کے اصول معلوم نہیں ہیں۔ اس روایت کے متعلق جوابات ملاحظہ فرمائیے۔

۲۲۔ **پہلا جواب**: امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ حَسَن بتایا ہے اور حَسَن حدیث رد نہیں کر سکتی۔ بلکہ اگر حسن حدیث کے خلاف صحیح حدیث موجود ہے تو حسن حدیث خود ہی رد ہو جائے گی۔

۲۳۔ حسن بھی نہیں ہے امام ترمذیؒ نے عادتاً یا تساہل سے عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث کو حسن کہہ دیا ہے۔ ورنہ خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظمؒ کے شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ الْمُبَارَکِ قَدْ ثَبَتَ حَدِیْثُ مَنْ یَرْفَعُ وَذَکَرَ حَدِیْثَ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ وَلَمْ یَثْبُتْ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (مشہور محدث اور فقیہ اور تقریباً امامانِ حدیث کے اُستاذوں کے اُستاذ عبداللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص رفع یدین کرتا ہے۔ اس کی (تائید میں) حدیث صحیح ثابت ہے اور انھوں نے امام زہری، سالم اور ان کے والد (ابن عمرؓ) کی سند سے) حدیثِ صحیح بیان کی اور کہا کہ ابنِ مسعودؓ کی روایت صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں ہے۔ (پھر اس روایت پر کیسے بھروسہ

کیا جائے وہ بھی صحیح کو چھوڑ کر)

۲۴۔ تیسرا جواب : امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بیان کر کے لکھا ہے وَلَیْسَ هُوَ بِصَحِیْحٍ عَلٰی هٰذَا اللَّفْظِ۔ یہ روایت ابن مسعودؓ کی ان الفاظ میں صحیح نہیں ہے۔ (اب کیا آپ غیر صحیح سے صحیح روایت کو رد کریں گے؟)

۲۵۔ امام بخاری، ابوحاتم، امام احمد بن حنبلؒ جیسے فن رجال کے اماموں نے ابن مسعودؓ کی روایت کو ضعیف کہا ہے (ضعیف سے صحیح کو رد کرنا تو مذہبِ حنفیہ میں بھی منع ہے)

۲۶۔ جب دو صحیح حدیثیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو اصحابِ حدیث دونوں میں کوئی مطابقت دیتے ہیں۔ اور اگر ضعیف صحیح سے ٹکرا جاتے تو ضعیف کو رد کر دیتے ہیں۔ اسی لئے فنِ رجال کے اماموں نے ابن مسعودؓ کی روایت کو رد کر دیا ہے لیکن امام محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف ہونے کے باوجود اس روایت کو صحیح سے مطابق کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ صرف ایک بار کیا اور عیدین کی طرح بار بار نہیں کیا (فتوحاتِ مکیہ ص۴۳۲)

۲۷۔ لیکن حافظ امام زیلعی حنفیؒ نے ایسی باتوں سے قطع نظر کر کے دیگر مسائل میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا سہو نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالعزیز محدث رحیم آبادیؒ اپنی کتاب حسن البیان کے ص۷۵ پر یہ عبارت نقل کرتے ہیں اور حافظ زیلعیؒ نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الهدایہ میں عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت کا جواب یوں لکھا ہے۔

قال صاحب التنقیح قال الفقیہ ابوبکر بن اسحٰق هٰذه علة (آخر تک اس لمبی عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے) کہا صاحبِ تنقیح نے کہ ابوبکر بن اسحٰق فقیہہ نے کہا کہ یہ سبب (عبداللہ بن مسعودؓ کا رفع یدین نہ کرنا) حدیث رفع یدین کے

مساوی (برابر) نہیں ہوسکتا کیونکہ رفع یدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے پھر صحابہ وتابعین سے صحیح طور پر ثابت ہوا۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا اس کو بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ قرآن میں مُعَوَّذَتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کا ہونا بھول گئے جس پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اسی طرح نماز میں تطبیق کا منسوخ ہونا عبداللہ بن مسعودؓ بھول گئے۔ جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دو شخص امام کے پیچھے کس طرح کھڑے ہوں۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کو بھول گئے۔ جو بلا اختلاف علماء ہے کہ آنحضرتؐ نے یوم النحر کو صبح کی نماز وقت پر پڑھی۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ اس کو بھول گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں کس طرح جمع کیا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنا بھول گئے جو بلا اختلاف علماء ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کو بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ کس طرح پڑھی تھی۔ جب عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں ان باتوں کو بھول گئے تو رفع یدین کا بھول جانا کیوں نہیں ہوسکتا؟"

یہ تو ہدایہ کی احادیث کی تخریج کرنے والے حافظ علامہ زیلعیؒ کا بیان ہے۔

اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمدؒ نے بھی ایسے ہی تین مسائل میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بھول ثابت کی اور کہا ہے کہ ہم ان کی یہ تین باتیں نہیں لیتے (کتاب الآثار) اب آیئے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت اور اس کی سند کو دیکھیں۔ ابو داؤد جلد اول ص۱۱۶ پر یہ روایت اس طرح سے ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيْبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے کانوں کے قریب تک پھر ایسا نہ کرتے یعنی ہاتھ دوبارہ نہ اٹھاتے۔

۲۸۔ یہ حدیث بیان کر کے امام ابوداؤد سفیان بن عیینہ کا یہ قول لائے ہیں کہ اس روایت میں "پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے" کے الفاظ یزید بن زیاد نے کوفہ جا کر ملا دیئے ہیں ورنہ مکہ مکرمہ میں یہ الفاظ نہیں ملاتے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کوفہ والوں نے ایسا ابن زیاد سے کروایا، یا کچھ اور گڑبڑ ہوئی ہے ان کے ساتھ۔ پھر امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ ہشیم خالد اور ابن ادریس نے بھی یہی روایت ابن زیاد سے روایت کی ہے انھوں نے بھی "ایسا دوبارہ نہیں کیا" کے الفاظ نہیں کہے۔ یہ ہے اس روایت کی حقیقت۔ اسی لئے امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ہی نہیں۔ یعنی یہ روایت بھی اس لائق نہیں کہ اس سے دلیل لی جائے۔

تنویر العینین میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے لکھا ہے کہ اس روایت کو امام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے اور اُن کے اُستاد ابن مدینیؒ اور امام احمدؒ نے اس روایت کو مردود کہا ہے۔

۲۹۔ اسی طرح ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق دارقطنی کی روایت بیان کی جاتی ہے۔ اس کو خود امام دارقطنیؒ نے مردود کہا۔ اور ابن الجوزیؒ نے موضوعات (من گھڑت) روایتوں میں شمار کیا ہے (دیکھو تلخیص الجبیر ص۸۳)

. . . .

رفع الیدین کی حدیثیں روایت کرنے والے صحابہ کرامؓ

۳۰۔ مولانا عبدالعزیز محدث رحیم آبادی اپنی کتاب حسن البیان کے صـ۶۲ پر لکھتے ہیں:

"علامہ زرقانی شرح موطا میں لکھتے ہیں۔ هُوَ مُتَوَاتِرٌ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي جُزْءِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ اَنَّهُ رَوَاهُ سَبْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الصَّحَابَةِ وَذَكَرَ الْحَاكِمُ وَابْنُ مُنْدَهْ مِمَّنْ رَوَاهُ الْعَشَرَةُ الْمُبَشَّرَةُ وَذَكَرَ شَيْخُنَا... اَبُو الْفَضْلِ الْحَافِظُ اَنَّهُ تَتَبَّعَ مَنْ رَوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ فَبَلَغُوْا خَمْسِيْنَ رَجُلًا۔ (ترجمہ) رفع یدین کی حدیث متواتر ہے۔ امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں ذکر کیا ہے کہ رفع یدین کی حدیث سترہ صحابہؓ نے روایت کی ہے۔ حاکمؒ اور ابن مندہؒ نے ذکر کیا کہ رفع یدین کے روایت کرنے والے لوگوں میں عشرہ مبشرہ ہیں۔ اور ہمارے شیخ ابوالفضل محدث نے ذکر کیا کہ انھوں نے رفع یدین کے راویوں کو ڈھونڈا تو پچاسؔ صحابی اس کے راوی ٹھہرے۔"

۳۱۔ جزء سبکی میں علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاریؒ جزء رفع یدین میں امام ترمذیؒ نے اپنی ترمذی صـ۶۲ میں، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے تنویر العینین میں اور التعلیق المجد میں مولانا عبدالحی حنفیؒ نے اور امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب میں جو حدیثیں رفع الیدین کی بیان کی ہیں۔ ان کے روایت کرنے والے صحابہ کرامؓ حسبِ ذیل ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (یہ چاروں خلفاء راشدین ہیں) ابوطلحہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمان بن عوفؓ، سعیدؓ بن زید، ابوعبیدہؓ بن جراح رضی اللہ عنہم (یہ دس صحابہ کرام عشرہ مبشرہ کہلاتے یعنی وہ دس صحابہ جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دیدی

گئی تھی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن جابر، عبداللہ بن عمرو، شہید کربلا امام حسین اور امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ، ابی بن کعب ابوموسیٰ اشعری، ابن مسعود، ابوہریرہ، اُم درداء، اعرابی، ابوحمید ساعدی، ابوقتادہ ابوسعید خدری، ابومسعود انصاری، بریدہ بن خصیب، براء بن عازب، بریدہ، جابر بن عبداللہ، حکم بن عمیر، زید بن ثابت، زیاد بن حارث، سہل بن سعد ساعدی، سلیمان بن یسار، سلمان فارسی، عمر لیثی، عدی بن عجلان، اُم المومنین عائشہ صدیقہ عمرو بن عاص، عمار بن یاسر، عقبہ بن عامر، مالک بن حویرث، معاذ بن جبل، محمد بن مسلمہ ابواسید، انس بن مالک، وائل بن حجر، ابودرداء۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

۳۲۔ یہ ہیں وہ نفوس قدسیہ جن سے رفع الیدین کرنے کی حدیثیں صحیح اور معروف طریقے سے روایت کی گئی ہیں اور ان کی روایتیں مذکورہ بالا کتابوں میں محفوظ ہیں اور اس پر عمل کرنے والے سبھی صحابہ کرامؓ تھے۔ رفع یدین سے انکار صحیح روایت کے مطابق کسی صحابی نے نہیں کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَلَمْ یَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ (جزء رفع الیدین) رفع الیدین نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

۳۳۔ آپ حضرات چار مسلک صحیح مانتے ہیں، ان میں سے تین مسلک کے امام اس کو سنت مانتے ہیں۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور آخر آخر میں امام مالکؒ بھی اس کے عامل و قائل تھے۔

رفع الیدین کا معنیٰ

علامہ عینی عمدۃ القاری جزء ۵ ص۲۷۲ طبع جدید

مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں قَالَ الرَّبِیْعُ قُلْتُ لِلشَّافِعِیِّ مَا مَعْنیٰ رَفْعُ الْیَدَیْنِ قَالَ تَعْظِیْمُ اللّٰہِ وَاتِّبَاعُ سُنَّۃِ نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے پوچھا کہ رفع الیدین کا کیا معنیٰ ہے تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور سنتِ نبیؐ کی اتباع ہے۔

امام نوویؒ رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۶۸ پر رفع الیدین کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ ہاتھوں کے اشارے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ کے سامنے عاجز، غلام اور مطیع و فرماں بردار ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نماز میں داخل ہو کر ہم نے امورِ دُنیا سے ہاتھ اُٹھا لیا اور پوری طرح نماز کی طرف متوجہ ہو گئے۔

جزء رفع الیدین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نعمان بن عیاش کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:۔ لِکُلِّ شَیْءٍ زِیْنَۃٌ وَزِیْنَۃُ الصَّلوٰۃِ اَنْ تَرْفَعَ یَدَیْکَ اِذَا کَبَّرْتَ وَاِذَا رَکَعْتَ وَاِذَا رَفَعْتَ رَأْسَکَ مِنَ الرُّکُوْعِ۔ ہر ایک چیز کی کوئی زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت یہ ہے کہ تم جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہو تو دونوں ہاتھ اُٹھاؤ اور جب رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اُٹھاؤ تب بھی رفع یدین کرو۔

رفع یدین کا ثواب

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری جزء ۵ صفحہ ۲۷۲ پر لکھتے ہیں وَنُقِلَ عَنْ عَبْدِ الْبَرِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ رَفْعُ الْیَدَیْنِ مِنْ زِیْنَۃِ الصَّلوٰۃِ بِکُلِّ رَفْعٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ بِکُلِّ اِصْبَعٍ حَسَنَۃٌ۔ امام حافظ عبد البرؒ سے منقول ہے کہ ابنِ عمرؓ سے یہ روایت ہے، انھوں نے کہا، رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ ہر ایک رفع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں یعنی ہر انگلی پر ایک نیکی ہے۔

اس حساب سے دو رکعت میں رفع الیدین کرنے پر پچاس نیکیاں اور زیادہ ملیں گی اور چار رکعت میں پوری ایک سو نیکیاں زائد لکھی جائیں۔ دن بھر میں پانچوں نمازوں میں سترہ فرض ہیں۔ ان میں رفع یدین کرنے کا ثواب روزانہ چار سو پچیس نیکیوں کی تعداد میں ملتا ہے۔ اس میں وہ رفع یدین بھی شامل ہے جو دو رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لئے ہاتھ باندھتے وقت کیا جاتا ہے۔ جب روزانہ اتنا ثواب ہے تو مہینے کے تیس دن کا ثواب بارہ ہزار نو سو اور ایک برس کی نمازوں میں رفع یدین کا ثواب ڈیڑھ لاکھ نیکیوں سے زیادہ ہوا۔ بتائیے رفع یدین کرنے والے فائدے میں رہے یا رفع یدین نہ کرنے والے؟۔

اور یہ حساب تو صرف فرضوں کا ہے۔ سنتوں اور نوافل، وتر اور تراویح اور تہجد وغیرہ کا ثواب الگ ہے۔ وہ بھی اسی حساب سے ملے گا۔

رکوع کی دعائیں اور اس کے مسائل

امام کے اللہ اکبر کہنے کے بعد آپ بھی رفع یدین کرتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائیے۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجدہ میں کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (ترجمہ) یا الٰہی پاک ہے تو اے پروردگار تیری حمد کے ساتھ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہم کو بخش دے (مشکوٰۃ شریف باب الرکوع کی پہلی فصل)

آخر عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی دعا پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسلم شریف میں یہ دُعا پڑھنی بھی آئی ہے۔

۲۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (")

بہت پاک ہے نہایت پاک ہے پروردگار فرشتوں کا اور روح کا (روح سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔

۳۔ اس کے علاوہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ترمذی عربی ص۶۵ پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے۔ اور جب بھی آیتِ رحمت پر آتے تو رُکتے اور سوال کرتے (اللہ سے اُس رحمت کا) اور جب آیتِ عذاب پر آتے تو رُکتے اور پناہ مانگتے (اللہ کی اس عذاب سے)

اس کے علاوہ بھی اور دُعائیں ہیں جو چاہے پڑھ لے۔

۴۔ رکوع کرتے ہوئے پیٹھ بالکل سیدھی رکھنی چاہیئے (بخاری مسلم وابوداؤد)

۵۔ رکوع میں ہاتھوں کی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں (بخاری شریف عربی ص۱۰۹)

۶۔ ہاتھوں کو بالکل سیدھا اور پہلو اور پسلیوں سے بالکل الگ رکھنا چاہیئے۔ اگر ہاتھ میں کمان کی طرح تھوڑا خم آجائے تو حرج نہیں (ترمذی ص۶۵)

۷۔ رکوع کی دُعاؤں میں سے کوئی دُعا دس۱۰ مرتبہ پڑھے تو اچھا ہے (ابوداؤد)

۸۔ تین مرتبہ پڑھے تو کم سے کم درجہ ہے اور جائز ہے (ترمذی)

۹۔ عبد اللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ امام پانچ مرتبہ پڑھے تو مقتدی تین مرتبہ آسانی سے پڑھ لیں گے (ترمذی ص۱۰۹)

یعنی کم سے کم تین مرتبہ اور پھر پانچ، سات، نو اور دس تک پڑھ سکتا ہے۔

۱۰۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے (بخاری ومسلم) امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکوع وسجدہ میں قرآن پڑھنا مکروہ کہتے تھے (ترمذی)
رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ رکھنی چاہیئے (حاکم)

۱۱۔ جو ان مسائل وآداب کا خلاف کرے وہ نماز کا چور ہے (مسند احمد دارمی)

۱۲۔ رکوع فرض ہے۔ اس کے چھوڑ دینے سے نماز نہیں ہوتی (بقرہ) اور رکوع کے خراب کرنے سے نماز برباد ہو جاتی ہے (بخاری ص۱۰۹)

قومہ رکوع کر کے اٹھیں تو امام اور مقتدی اور اکیلا سبھی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہیں (یعنی اللہ نے حمد کرنے والے کی حمد سن لی) یہ الفاظ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کاندھوں تک اُٹھائیں (بخاری)

پھر ہاتھ چھوڑ کر اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ یعنی اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ ایک روایت میں اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہے۔ اس کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کا رَبَّنَا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا فرشتوں کے کہنے سے مل جائے تو اُس کے پہلے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (بخاری ص۱۰۹)
اتنی زبردست فضیلت کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں ضرور اس دُعا کو پڑھنا چاہیئے۔
مشکوٰۃ شریف باب الرکوع کی پہلی فصل کی آخری حدیث میں بحوالہ بخاری شریف یہ دعا اس طرح سے بھی ہے۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپؐ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا۔ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک آدمی نے کہا

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ ۔ (یعنی اے ہمارے پروردگار! تیرے لئے حمد ہے۔ حمد بہت، پاک اور مبارک) پس جب آپؐ نماز سے پھرے تو فرمایا بولنے والا کون تھا ابھی۔ اُس آدمی نے عرض کیا کہ میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف لپکے کہ کون اس کا ثواب پہلے لکھے۔

سبحان اللہ! کیسے پیارے الفاظ ہیں کہ فرشتے اس کا ثواب لکھنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ جو لوگ رکوع سے سر اُٹھا کر سیدھے سجدے میں چلے جاتے ہیں اُن کا رفع الیدین کا ثواب بھی گیا، اللّٰھم ربنا ولک الحمد نہ کہنے پر اس کا بھی ثواب مارا گیا اور ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کی فضیلت بھی ماری گئی۔ مبارک باد کے قابل ہیں وہ لوگ جو ان کلمات کو پڑھ کر یہ فضائل و ثواب حاصل کرتے ہیں۔

اسی لئے حنفی مذہب کے رُکن رکین امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے قومہ کو فرض قرار دیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سُنّت کہا۔ بہر حال

(دیکھو عین الہدایہ جلد اول ص ۳۷۱ اور نور الہدایہ اُردو ترجمہ شرح وقایہ ص ۹۱)

نوٹ: بعض اہلِ حدیث مساجد میں ربنا لک الحمد اتنی اونچی آواز میں سبھی نمازی مل کر کہتے ہیں کہ مسجد گونج اُٹھتی ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام کا عمل صرف آمین کو زور سے کہنے کا تھا۔ ربنا لک الحمد پر صرف ایک آدمی کی آواز نکل گئی تھی اور وہ بھی روز روز نہیں بلکہ صرف ایک دن ایک ہی موقع پر اگویا صرف یہ امر اتفاقی تھا۔ اسے سُنّتِ مطلق کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی صحابہ کرامؓ کی ملی جلی آمین کی آوازوں سے مسجد گونج اٹھتی تھی مگر ربنا ولک الحمد کی گونج کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُعا کے الفاظ کی فضیلت بیان فرمائی ہے

آواز کی نہیں۔ آواز مقصود ہوتی تو اس کے لئے بھی آمین جیسا ہوتا۔ اس لئے آپ رکوع کے بعد ان الفاظ کو آہستہ ادا کیجئے۔ البتہ آمین کی آواز پر سب مل کر مسجد کو گونجا دیجئے جیسا کہ آپؐ کا حکم اور صحابہؓ کا عمل ہے۔

بخاری شریف باب مایقول الامام ومن خلفہ میں یہی اوپر کے الفاظ ہیں لیکن مسلم وغیرہ میں اور بھی دعائیں اس کی جگہ پر آئی ہیں۔ کوئی بھی دعا پڑھ لیں۔

سجدہ کی دعائیں اور اس کی فضیلت وکیفیت

نماز میں سجدہ کی حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے کیونکہ سجدہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور شیطان کو یہی سجدہ بہت ناپسند، اس کے سارے ہتھکنڈے، وسوسے اور بہکاوے اسی لئے ہوتے ہیں کہ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہونے سے روک دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان لعین کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے بہت نزدیک سجدے میں ہوتا ہے تو اس میں دعا خوب کرو (مسلم)

ایسی قربت اور نزدیکی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔ اے اللہ! ہمارے پروردگار ہم تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما دے (بخاری)

ترمذی شریف کی روایت میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى بھی پڑھتا آیا ہے۔ کوئی بھی دعا تین مرتبہ سے لے کر دس مرتبہ تک پڑھ سکتے ہیں۔ حوالے کے ساتھ رکوع کے بیان میں ہم یہ بات لکھ چکے ہیں۔

دونوں دُعاؤں میں سے کوئی ایک پڑھ لے کافی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور دُعائیں رکوع وسجدہ کی آتی ہیں۔ جو چاہیں پڑھ لیں لیکن ان دوسری دعاؤں کے متعلق امام ترمذیؒ اور دوسرے فقہاء کا خیال ہے کہ وہ تہجد اور دوسری نفلی وانفرادی نمازوں کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن اطمینان سے سجدہ کر کے دُعائیں پڑھنا ضروری ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صرف قیام اور التحیات میں پڑھنا ضروری ہے۔ رکوع اور سجدہ میں پڑھنا ضروری نہیں، وہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد، تسبیح اور قرآن پڑھنے کو کہا ہے۔ اگر ہم رکوع وسجدہ میں دُعائیں اور تسبیحات نہ پڑھیں تو وہ نماز کہاں ہے وہ تو صرف ٹکریں ہیں۔ ایسی نماز کے متعلق حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آپ شروع کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس لئے رکوع وسجدہ اطمینان سے کرنا اور دُعائیں پڑھنا ضروری ہے۔

سجدہ کی ترکیب: مشکوٰۃ شریف جلد اوّل باب السجود وفضلہ کی پہلی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بحوالہ بخاری ومسلم اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے پنجوں پر اور ہم کپڑے اور بال نہ سمیٹیں (سجدہ میں جاتے وقت)

یہ سات ہڈیاں جب تک زمین سے نہیں لگتیں سجدہ باطل ہے اور اس حدیث کے پیش نظر اُن لوگوں کا قول بھی باطل ہے جو کہتے ہیں کہ صرف ناک کی ڈنڈی زمین پر لگ جائے تو سجدہ ہو جائے گا۔ ایسا سجدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا۔ ہاتھوں کو کتوں کی طرح زمین پر نہیں بچھانا چاہیئے۔ (بخاری ومسلم)

ہتھیلیاں زمین پر ہوں اور کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہوں (مسلم)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے اتنا کھول کر رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے سے نکلنا چاہے تو نکل سکتا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد)
لیکن جماعت میں مقتدیوں کو دوسرے بھائیوں کا خیال رکھ کر کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھنا کافی ہے۔
اپنی ہتھیلیوں کو سجدہ میں اپنے کاندھوں کے برابر رکھنا چاہیئے (ابوداؤد ترمذی) مسلم اور نسائی میں کانوں تک ہاتھ رکھنے کا بھی آیا ہے۔ دونوں طرح صحیح ہے۔
بغیر ہتھیلیاں زمین پر رکھے سجدہ ناکافی ہے کیونکہ ہاتھ بھی اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے۔ (موطا امام مالکؒ)
سجدہ میں پاؤں انگلیوں پر کھڑا ہو اور انگلیاں کعبہ کی طرف ہوں (مسلم)
بے اطمینانی سے سجدہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
حضرت عبدالرحمان بن شبل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگ مارنے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے) سے منع فرمایا ہے اور درندے کی طرح ہاتھ بچھانے سے (سجدہ میں) اور مسجد میں اونٹ کی طرح اپنی جگہ مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے (مشکوٰۃ باب السجود بحوالہ ابوداؤد، نسائی، دارمی)
بعض مردوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں اپنی جگہ مقرر کر لیتے ہیں۔ خصوصاً بعض جگہ عورتیں تو اپنی جگہ خاص کر لیتی ہیں اور اگر ان کی غلط بات پر کوئی ٹوکے تو جھگڑا کرتی ہیں۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ نماز کے لئے مسجد میں اپنی جگہ مقرر کر لینا

ناجائز ہے۔ البتہ گھر میں نماز کے لئے جگہ متعین کرنا جائز ہے (بخاری)

سجدہ کی فضیلت

سجدہ کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ بندہ سجدے میں اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اگر سجدہ شریعت کے مطابق ہو تو بندہ ثواب بھی بہت حاصل کرتا ہے۔

حضرت معدان بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے (شہر حمص) میں ملاقات کی اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب مجھے جنت میں داخل فرمائے تو حضرت ثوبانؓ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا تب بھی وہ خاموش رہے۔ میں نے تیسری بار پوچھا تو وہ بولے کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ سجدے خوب کیا کرو (یعنی نماز زیادہ پڑھا کرو) تم جو سجدہ بھی اللہ کے لئے کروگے تو اللہ تعالیٰ اُس سجدہ کے سبب تمہارے لئے ایک درجہ بلند فرمائے گا اور ہر سجدہ کے بدلے میں ایک گناہ معاف فرمائے گا۔ معدان بن طلحہؒ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے (دمشق میں) ملا اور ان سے یہی سوال کیا تو انھوں نے بھی حضرت ثوبانؓ کی طرح (اس حدیث کو) بیان کیا (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان بھائی بہن کو ہمیشہ نماز ادا کرنے کی توفیق بخشے[1] آمین۔

---

[1] قومہ میں سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکے یا گھٹنے؟ ۔ اس کے متعلق دونوں طرح کی حدیثیں ہیں ۔ ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت وائلؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے گھٹنے ٹیکتے تھے اور ابوداؤد، نسائی اور دارمی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے اونٹ کی طرح پہلے پاؤں ٹیکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ زمین پر پہلے رکھے۔ حضرت امام بخاریؒ اسی کے قائل ہیں اور سند میں پر ہاتھ پہلے ٹیکنے کے لئے ابن عمرؓ کا اثر بھی لائے ہیں۔ عام اہلِ حدیث بھی پہلے ہاتھ ٹیکتے ہیں۔ بہرحال دونوں طرح جائز ہے۔

جلسہ جلسہ پورا کرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سر اُٹھائیے اور اطمینان سے بیٹھئے۔ اس بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ داہنا پاؤں کھڑا رکھئے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اُس پر بیٹھ جائیے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھئے (مسلم) اور یہ دُعا پڑھئے۔ ابوداؤد اور ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دُعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

(اے اللہ! میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت (سلامتی) دے اور مجھے رزق دے) آمین۔

سجدہ سے جھٹ اٹھنا اور پھٹ سے دوسرے سجدے میں چلا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ جلسہ کرنا سُنت بلکہ فرض ہے اور حنفی مذہب میں اس کی تصدیق موجود ہے چنانچہ عین الہدایہ جلد اوّل ص۳۷۲ اور نور الہدایہ ص۹۱ میں ہے: کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قومہ اور جلسہ فرض ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سُنّت ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مالا بدمنہ اُردو ص۴۲ پر لکھتے ہیں کہ جلسہ میں قرار پکڑے اور اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ پڑھے۔

جلسۂ استراحت جلسہ کی دُعا پڑھ کر دوسرا سجدہ دُعا پڑھ کر کیجئے اور پھر بدستور سر اُٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائیے یہاں تک کہ ہر ہڈی اور ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجائے پھر زمین پر ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیے۔ تیسری رکعت میں بھی اسی طرح دونوں سجدوں کے بعد بیٹھ کر چوتھی

رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :۔

أَنَّهُ قَالَ أُرِيكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ (شرح وقایہ ص۱۶۱ کا حاشیہ عمدۃ الرعایۃ)	انھوں نے کہا کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دکھاتا ہوں۔ جب انھوں نے دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو بیٹھے اور زمین پر ہاتھ ٹیکے (زمین پر ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لئے اُٹھے)

صحیح بخاری شریف جلد اوّل ص۱۱۱ پر حضرت ابو یزید عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے سُنّت کے مطابق نماز پڑھ کر دکھائی۔ اس میں یہ بھی عبارت ہے۔

وَكَانَ أَبُو يَزِيدَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ۔	(اور ابو یزید جب دوسرے سجدہ سے سر اُٹھاتے تو برابر ہو کر بیٹھتے پھر (دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے)

ترمذی شریف ص۳۸ پر بھی مالک بن حویرث کی یہ حدیث آئی ہے اور حضرت امام ترمذیؒ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ پہلی اور تیسری رکعت میں بیٹھ کر اُٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ لہٰذا اس کام کو بُرا سمجھنا اور اس پر عمل کرنے والوں کو غلط کہنا گناہ عظیم اور جُرم جسیم ہے۔

خود حنفی مذہب میں احناف کو بھی اجازت ہے چنانچہ درمختار جلد اوّل میں ۵۶ پر یہ عبارت ہے وَلَوْ فَعَلَ لَا بَأْسَ اگر اُٹھتے ہوئے بیٹھ جائے اور ہاتھ ٹیک کر اُٹھے

تو کوئی حرج نہیں۔ مولانا عبدالحی حنفیؒ نے شرح وقایہ ص۱۹۱ کے حاشیہ ۲ میں لکھا ہے
فَاِنِ اعْتَمَدَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ كَمَا فِي الْمُحِيْطِ۔ اُٹھتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیک لے تو
کوئی حرج نہیں جیسا کہ (حنفی فقہ کی کتاب) محیط میں ہے۔" آگے حاشیہ ۲ میں لکھتے
ہیں کہ جلسۂ استراحت اور ہاتھ ٹیکنے کی حدیث مضبوط اور صحیح ہے اور یوں ہی اُٹھنے کی
روایت کمزور وضعیف ہے۔

نورالہدایہ اُردو شرح وقایہ میں ص۱۰۱ پر اسی طرح کا بیان ہے۔

"جلسۂ استراحت نہ کرنے کی حدیث میں ابنِ ایاس راوی نزدیک محدثین کے
ضعیف ہے (امام ترمذیؒ کا بیان ترمذی ص۳۸ میں اسی طرح ہے)

نوٹ: سجدہ میں ہتھیلیاں زمین پر کاندھوں یا کانوں کے برابر اور کہنیاں زمین سے
اونچی پیٹ سے رانوں سے الگ اور رانیں پاؤں سے الگ رکھنے کا حکم صحیح حدیثوں
میں ہے اور یہ حکم مرد وعورت دونوں کو شامل ہے۔ اس لیے عورتیں مردوں کی طرح
سجدہ کریں تو بالکل صحیح ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت زمین سے لگ کر اور پیٹ رانوں
سے ملا کر سجدہ کرے تو اجازت ہے۔ ابوداؤد میں ایک مرسل روایت اور بیہقی میں ایک
مرفوع روایت اس طرح کی بھی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تشہد اولیٰ

جلسۂ استراحت سے کھڑے ہو کر دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پڑھے لیکن اس میں دُعائے استفتاح نہ
پڑھے بلکہ سورۂ فاتحہ سے دوسری رکعت شروع کرے۔ جب دوسری رکعت کے
دونوں سجدے کر چکے تو اپنے بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر بیٹھ جائے اور داہنا کھڑا
کر لے اور اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھے

اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھنے کی بھی روایت ہے (ترمذی) پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے پاس والی تشہد کی انگلی کو اٹھائے اور اشارہ کرے اس طرح کہ ترپن کا حلقہ بن جائے۔ تمام انگلیوں کو دبا کر صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا بھی آیا ہے۔

ہم نے حدیثوں میں جہاں بھی دیکھا تو یہی ملا کہ شہادت کی انگلی کا اشارہ شروع التحیات سے سلام پھیرنے تک کرے۔ اشہدان لا سے اٹھا کر الا اللہ پر گرانے کی صریح روایت اب تک سامنے نہیں آئی۔ نواب وحید الزمان مرحوم نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ بہرحال انگلی شروع سے آخر تک اٹھانی چاہیئے۔ انگلی اٹھاتے ہوئے یہ التحیات و تشہد پڑھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (بخاری جلد اول ۱۱۵ ترمذی ۳۸)

یہ پڑھنے کے بعد زمین پر ہاتھ ٹیک کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور تیسری رکعت کے لئے رفع الیدین کر کے ہاتھ باندھ لے۔ (بخاری)

دوسری رکعت پوری کر کے ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی اجازت حنفی مذہب کے فقہاء نے بھی دی ہے۔ چنانچہ عین الہدایہ جلد اول ۴۹۵ پر ہے کہ:

"درمیانی قاعدے سے ہاتھ ٹیک کر اٹھنے میں مضائقہ نہیں۔"

دوسری اور تیسری رکعت اسی طرح پڑھے جیسے پہلی اور دوسری رکعت پڑھی۔ ہاں فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف سورۂ فاتحہ کافی ہے۔ (بخاری)

تشہد اخیرہ چوتھی رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر ہاتھ گھٹنوں پر پہلی طرح رکھئے لیکن پاؤں اس طرح رکھئے کہ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور بایاں اس کے نیچے نکالئے اور بائیں کولہے پر بیٹھ جائیے۔ دو یا چار رکعت میں سلام اسی حالت میں بیٹھ کر پھیرئیے۔ (ترمذی ص۲۷ بخاری ص۱۱۴)

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ۲ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

ترجمہ۔ تمام بہترین کلمات اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ سلام ہو نبی پر اور اُن پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے میرے مولا! رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آلِ محمدؐ پر جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر رحمت بھیجی۔ تو تعریف والا بزرگ ہے۔ اے اللہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر برکتیں نازل فرمائیں

بے شک تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔ اے خدا! میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور پناہ طلب کرتا ہوں مسیح دجّال کے فتنہ سے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنہ سے۔ یاالٰہی میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں گناہ سے اور قرض سے۔ اے اللہ! میں نے (گناہ کر کر کے) اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے۔ اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا پس اے مالک میرے گناہ اپنی مغفرت سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔" (بخاری و ترمذی)

اس کے بعد دائیں طرف گردن پھرا کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہے اور بائیں طرف گردن پھرا کر بھی یہی کہے۔ ایک روایت میں وَبَرَكَاتُهٗ کہنا بھی آیا ہے۔
نوٹ: دونوں درود کے بعد یا تو یہ دونوں دُعا پڑھ سکے تو پڑھ لے ورنہ ان میں کوئی ایک پڑھ لے کافی ہے۔ پہلی دُعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پڑھتے تھے اور دوسری دُعا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی (بخاری ص۱۱۵)

سلام کے بعد کی دُعائیں

فرض نماز کا سلام پھیر کر کچھ دیر خدا کا ذکر کرنا اور دُعائیں پڑھنا ضروری ہے۔
سلام پھیرتے ہی اُٹھ کھڑے ہونا ٹھیک نہیں۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے چھلانگ مار کر اُس شخص کو پکڑ لیا جو سلام پھیرتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے کہا کہ اہلِ کتاب اسی لئے ہلاک ہوئے کہ اُن کی نمازوں کے درمیان (ذکر و دُعا کا) کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ صحیح بات پہنچا دی۔

حدیثوں میں حسب ذیل ذکر اور دُعائیں ملتی ہیں۔

۱۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ اکبر کہنے سے سمجھ لیتا کہ نماز پوری ہوگئی (یعنی سلام کے بعد سب سے پہلے بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے۔ بخاری شریف ص۱۱۶ پر ہے کہ لوگوں کی ملی جلی آوازیں بھی آتی تھیں ۲) اس کے بعد آپ تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے، اور اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھتے تھے۔ (مسلم شریف)

ملا علی قاری حنفیؒ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں شیخ جزریؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ جو لوگوں میں اس دعا کے اندر اِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ. فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ کے جملے مشہور ہیں، وہ بالکل بے اصل ہیں اور قصے کہانی کہنے والوں نے گھڑ لئے ہیں (لیکن آج عوام کیا امام بھی ان من گھڑت جملوں کو اوپر کی دعا میں ملا کر پڑھتے ہیں) الحمد للہ اہلِ حدیث محفوظ ہیں)

۲۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے حکومت ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو چیز تو دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں۔ اور دولتمند کی دولتمندی تیرے عذاب کے سامنے فائدہ نہیں دیتی (بخاری ومسلم)

۴۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تو اونچی آواز میں یہ دُعا پڑھتے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ (ترجمہ) اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی حکومت ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ نعمت اسی کی طرف سے ہے۔ فضل بھی اسی کا ہے اور اسی کے لئے تعریفیں اور خوبیاں ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم بندگی کو خالص اسی کے لئے کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات کافروں کو بری معلوم ہو۔ (مسلم)

۵۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات سکھاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ (بخاری) (ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بُزدلی سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی سے اور تجھ سے میں پناہ طلب کرتا ہوں ناکارہ عمر سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے۔

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے تو یہ ۹۹ مرتبہ ہوا اور ایک دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کہہ کر سو پورا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

ان تمام اوراد اور دعاؤں کا وقت فرض نماز کے بعد کا ہے تاکہ دعا کی قبولیت جلد ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ فرض اور دوسری نماز میں فاصلہ بھی ہو جاتا ہے لیکن بعض لوگ فرض پڑھ کر فوراً سنت پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سنتوں کے بعد ان تسبیحات اور دعاؤں کو پڑھتے ہیں تو نہ مقبولیت والا موقعہ ملتا ہے اور نہ فرض و نوافل میں فاصلہ ہوتا ہے۔ اپنی من مانی کرنے سے بھلا نہیں ہو سکتا۔

۷۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے معاذ مجھے تم سے محبت ہے۔ معاذ کہتے ہیں مجھے بھی آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر ہر (فرض) نماز کے بعد یہ دعا پڑھے بغیر نہ رہو۔ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ اے پروردگار میری مدد کر تیرا ذکر کرنے، تیرا شکر ادا کرنے اور تیری اچھی عبادت کرنے کے لئے (احمد۔ ابوداؤد نسائی)

زبردست فضیلت والی دعا

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مغرب اور صبح کی (فرض) نماز پڑھ کر بغیر پاؤں موڑے

اور گھومنے سے پہلے (یعنی جس حالت میں سلام پھیرا ہے اسی حالت میں) لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ پڑھ لے دس مرتبہ۔ تو ہر دفعہ کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس برائیاں مٹائی جائیں گی اور اس کے لئے دس درجے بلند کئے جائیں گے اور ہر بری چیز سے اس کا بچاؤ ہو جائے گا اور شیطان مردود سے بھی آڑ ہو جائے گی۔ اور کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا سوائے شرک کے۔ اور وہ لوگوں میں سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے جب تک کہ کوئی اس سے زیادہ افضل عمل کرنے والا نہ ہو (احمد۔ ابو داؤد۔ نسائی)

صبح و مغرب کے بعد کی کچھ اور نہایت مفید دعائیں اور وظیفے ہیں جس سے جتنا ہو سکے پڑھے۔

۸۔ حضرت ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ صبح و شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے تو اُسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ دعا یہ ہے۔

بِاسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اُس اللہ کے نام سے (دن گزارتا ہوں) کہ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابو داؤد)

۹۔ حارث بن مسلم تمیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کو ترغیب دلاتے ہوئے کہ تم جب مغرب

کی نماز پڑھ لو تو کسی سے بات کرنے سے پہلے اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (ردائے اللہ! مجھے جہنم سے آزاد کردے) سات مرتبہ پڑھ لو۔ اگر اسی رات کو موت آگئی تو اللہ تعالیٰ جہنم سے گلو خلاصی تمہارے لئے لکھ دے گا۔ اور جب تم فجر کی نماز پڑھ لو تب بھی یہ دعا سات مرتبہ پڑھ لو، اگر اس صبح کو موت آگئی پورے دن میں تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جہنم سے آزادی لکھ دے گا (ابو داؤد)

۱۰۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بندہ صبح و شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے۔ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس بندے کو راضی کردے (احمد۔ ترمذی)

(دعا کا ترجمہ میں راضی ہوا اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی تسلیم کر کے راضی ہو گیا۔

۱۱۔ بعد ہر فرض نماز کے آیۃ الکرسی پڑھنے والا جنت میں داخل ہو گا۔ اور بھی بے پناہ فائدے حاصل کرتا ہے

اذان کی دعاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ ۨالْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ ۨالَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ ترجمہ: اے اس کامل و فاضل پکار کے پروردگار اور ہمیشہ قائم رہنے والی نماز کے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت کا اونچا درجہ عطا فرما اور بزرگی دے اور ان کو مقام محمود میں پہنچا جس کا تو نے

اُن سے وعدہ کیا ہے" تو اُس آدمی کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت لازم ہو گی۔ (بخاری)

دُعاءِ قنوت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اُن کے نانا آبا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں رکوع کے بعد ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا پڑھنی سکھائی۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ فَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ

اے اللہ جن کو تو نے ہدایت دی اُن ہی جیسی ہدایت دے۔ اور جن کو تو نے عافیت دی مجھے بھی اُن ہی جیسی عافیت دے۔ اور جن کی تو نے حمایت کی میری بھی اُن جیسی حمایت کر اور جو تو نے دیا ہے اُس میں برکت دے اور تو نے جو بُرا فیصلہ کیا ہے اُس سے مجھے بچالے۔ بے شک تو فیصلے کرتا ہے تیرے اوپر کوئی فیصلہ نہیں کرتا جس سے تو دوستی کرے وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تو دشمنی کرے وہ عزت دار نہیں ہو سکتا اے ہمارے پروردگار تو بابرکت اور بلند ہے۔ ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف توبہ کرتے ہیں۔ نبیؐ پر درود نازل فرما۔

نمازِ فجر

رات کے آخری حصے میں مشرق کی طرف آسمان کی سیاہی میں سے سفید لکیر ظاہر ہونے کو صبح صادق کہتے ہیں۔ صبح صادق طلوع ہوتے ہی فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے (مسلم)

دو فرضوں سے پہلے دو سنتیں ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان دو سنتوں کو فرضوں سے پہلے نہ پڑھ سکے تو وہ جماعت کے ختم ہوتے ہی پڑھ سکتا ہے۔ حدیث سے تو ثابت ہے ہی۔ حنفی مسلک کی کتابوں میں بھی اجازت ہے۔ چنانچہ عینی الہدایہ جلد اول ص۲۵ پر اجازت موجود ہے۔ اس لئے سورج نکلنے تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ فجر کی سنتیں پڑھ کر داہنی کروٹ پر ذرا لیٹنے کا حکم ہے (بخاری)

فجر کی نماز منہ اندھیرے غلس میں لمبی قرأت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

جب سورج طلوع اور غروب ہو رہا ہو اس وقت بالاتفاق نماز پڑھنا منع ہے۔

نمازِ ظہر

دوپہر کے وقت جب سورج مغرب کی طرف مائل ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب ہر چیز کا اس کے برابر سایہ ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت ادا فرماتے تھے۔ کبھی کبھی دو رکعت بھی ادا فرمائی ہے اور فرضوں کے بعد دو سنت ادا فرماتے تھے۔ لیکن آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص بعد میں بھی چار رکعت پڑھے گا تو

اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا (احمد، ابوداؤد، نسائی)

حنفی مذہب کے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ظہر کے بارے میں ایک مثل تک وقت ہے یعنی ہر چیز کا سایہ اُس کے برابر ہو جائے۔ باقی تینوں اماموں کا بھی یہی مذہب ہے۔

نمازِ عصر

جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو گیا اور سورج غروب ہونے تک اس کا وقت رہتا ہے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

اس کے صرف چار فرض ہیں لیکن آپؐ نے دُعا دی ہے کہ جو شخص عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت نفل پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

عصر کی نماز باجماعت پڑھنے کی بڑی اہمیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تو گویا اس کے اہل وعیال اور مال سب تباہ ہو گئے (بخاری ومسلم)

عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے۔

حنفی مذہب کی کتاب عین الہدایہ اُردو ترجمہ ہدایہ جلد اوّل ص۱۵۷ میں صاحبین کا مذہب عصر کے وقت میں ایک مثل کا ہے۔

نمازِ مغرب

سورج غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہو جاتا اور شفق ختم ہونے تک

اس کا وقت رہتا ہے۔ (مسلم، ترمذی)

مغرب کے تین فرض ہیں۔ اس کے بعد دو سنتیں (ترمذی۔ ابوداؤد)

جو شخص مغرب کے فرضوں کے بعد دو یا چار رکعت پڑھے گا تو اس کی نماز علیین تک چڑھائی جائے گی (رزین۔ بیہقی)

مغرب کی اذان ہونے پر دو رکعت نفل پڑھ سکتے ہیں لیکن ہمیشہ عادت بنالینا ٹھیک نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

حنفی مذہب کی کتاب غایۃ الاوطار اُردو ترجمہ درِ مختار میں ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت ثابت ہیں۔

نمازِ عشار

عشار کا وقت شفق یعنی لال رنگ اُفق سے غائب ہونے پر شروع ہو جاتا ہے اور ایک تہائی رات یا زیادہ سے زیادہ آدھی رات تک رہتا ہے (مسلم)

عشار کے چار فرض۔ دو سنتیں اور پھر ایک یا تین یا پانچ وتر ہیں (بخاری)

ایک وتر محدثین نے زیادہ پسند کیا ہے۔ امام شافعیؒ نے ایک ہی کو پسند کیا ہے

حنفی مذہب کی کتاب عین الہدایہ جلد اوّل ص۵۲۹ پر ہے کہ ایک وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے

وتر میں رکوع کے بعد اللھم اھدنی الخ ہاتھ اُٹھا کر پڑھنے کا ثبوت حنفی فقہ کی کتابوں میں اہلِ حدیثوں کے مطابق بھی موجود ہے

تفصیل کے لئے شرحِ وقایہ، کنز الدقائق اور دُرِ مختار کے تراجم دیکھئے۔

عشار سے پہلے چار رکعت نہ سنت ہیں نہ مستحب (عین الہدایہ جلد اوّل)

نمازِ تراویح

میسور والے ہمارے حنفی بھائیوں نے ہمارے خلاف سب سے بڑا مضمون یہی تراویح کا دیا ہے۔ اور مضمون مفتی عبدالرحیم لاجپوری کے فتوے سے لیا۔ حالانکہ میں گجراتی زبان میں دس برس پہلے جواب لکھ چکا ہوں کیونکہ یہ مفتی صاحب ہمارے گجرات کے ہیں۔ میسور والوں نے اُن کے مضمون کو زبردست تحقیق لکھا ہے حالانکہ مفتی صاحب کا مضمون زبردست چوری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

۱۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیس رکعت کا حکم دیا ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے حکم والی حدیث تو چھوڑ دی اور اس زمانے کے لوگوں کا جو عمل تھا وہ روایت نقل کردی۔ حالانکہ موطا میں وہ دونوں روایتیں ایک ہی جگہ پر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ سَائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَمَرَ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمَ الدَّارِیَّ اَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً (موطا ص۵۹)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت وتر کے ساتھ پڑھائیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ یہی روایت حنفی مذہب کی کتاب طحاوی جلد اوّل ص۱۷۳ میں بھی ہے۔

اور جو یہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ مع وتر تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔ تو ہمیں اس روایت کی ضرورت نہیں کیونکہ لوگ تو ۲۸۔۲۰۔۴۰ تک

رکعتیں اس زمانے میں پڑھا کرتے تھے۔ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔
اور اس کے باوجود بھی یہ روایت منقطع ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانے کی خبر دینے
والا یزید بن رومان حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

علامہ کمال ابن الہمام حنفیؒ نے فتح القدیر ص۲۰۵ میں
عبدالحق محدث دہلوی حنفی نے فتح سر المنان ص۳۲۷ میں
اور دوسری کتاب ماثبت بالسنہ ص۲۵۸ میں
امام زیلعیؒ حنفی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ جلد اول ص۲۹۳ اور
ملا علی قاری حنفیؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں
شرح کنز علامہ ابوسعود مصری ص۲۶۵
علامہ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندھی مدنی نقشبندی اپنی شرح ترمذی کا
جلد اول ص۴۲۳ میں
علامہ انور شاہ کشمیریؒ عرف الشذی شرح ترمذی جلد اول میں ص۳۲۹ پر
بالاتفاق لکھتے ہیں کہ یہ مانے بغیر چھٹکارا ہے ہی نہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہی سنت
ہے۔ اور بیس رکعت کی روایت ضعیف ہے۔

"حنفی مذہب کی کتابوں میں بھی یہ بیان ہے۔

"تراویح صحیح حدیث سے مع وتر گیارہ رکعت ثابت ہیں" عین الہدایہ ص۵۶۳
"تراویح بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے" نور الہدایہ ص۱۳۲ غایۃ الاوطار ۲۲
رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب حیاۃ صحابہ
جلد ۳ ص۱۶۵ پر تراویح کا مضمون لکھا ہے۔ اس کے آخر میں آٹھ رکعت ہی کی ایک

روایت لائے ہیں بیس رکعت کا اس میں کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔

ان تمام بزرگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صرف آٹھ رکعت بتلائی ہے اور بیس رکعت کو حضرت عمرؓ کے متعلق منسوب کیا۔ ان بزرگوں کا آدھا بیان اڑا لو اور آدھا بیان کردیا۔ یہ ہے آپ کے مفتی صاحب کی امانتداری حضرت عائشہؓ والی حدیث کو انھوں نے تہجد کے متعلق کہا حالانکہ مذکورہ تمام حنفی بزرگوں نے بخاری کی اس روایت کو تراویح اور تہجد دونوں کے لئے تسلیم کیا ہے۔ ہم نے یہ مضمون بہت مختصر لکھا ہے کبھی موقعہ ملا تو تفصیل سے ان شاء اللہ لکھ دوں گا۔

آپ کو بہارے دیگر بہت سے مسائل کی طرح یہ غلط فہمی ہے کہ اہلِ حدیث نیا فرقہ ہے۔ تاریخ بغداد جلد سوم ص۳۲ پر ہے کہ امام اعظمؒ جب بغداد تشریف لائے تو ایک اہلِ حدیث نے بھی آپ سے فتویٰ پوچھا تھا۔ امام ترمذی کو دیکھو ہر جگہ اہل حدیث اور اہلِ رائے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ شروع کتاب میں ہم لکھ چکے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ کو سب سے پہلے امام اعظمؒ نے اہلِ حدیث بنایا۔ آپ کے بعد ہی امام شافعیؒ کا زمانہ ہے۔ منہاج السنہ جلد چہارم ص۱۴۳ میں ہے اَخَذَ مَذْهَبَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَاخْتَارَهُ یعنی امام شافعیؒ نے اپنے لئے مذہب اہلِ حدیث پسند کیا اور اختیار کیا۔ اسی لئے ان بزرگ اماموں نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے اور اللہ رسول کی اطاعت کی تاکید کی ہے۔

خادم الاسلام
عبدالمتین میمن
۲۷ رمضان ۱۳۹۸ھ

Jahanzeb - 28-9-97-

نـ مسئلہ تراویح کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب شمع حدیث خیر دو شرّ ملاحظہ فرمائیں۔